جماعتی تربیت

اور

اس کے اصول

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے رضی اللہ عنہ

الناشر: ناظر دعوۃ و تبلیغ صدر انجمن احمدیہ قادیان - پنجاب

فہرست مضامین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ
وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

جماعتی تربیت اور اسکے اصول

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ
وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

قرآن مجید کے مطالعہ سے پتہ لگتا ہے کہ اسلام کا حقیقی کام دو اصولی شاخوں میں منقسم ہے۔ ایک تبلیغ کی شاخ ہے یعنی منکروں تک حق و صداقت کا پیغام پہنچا کر انہیں مومنوں کی جماعت میں شامل کرنا۔ اور دوسرے تربیت کی شاخ ہے۔ یعنی جو لوگ مومنوں کی جماعت میں شامل ہوں ان کو اخلاص اور عمل صالح کے اعلیٰ مقام پر قائم کرنا۔ اور قائم رکھتے چلے جانا۔ اسی کی طرف یہ قرآنی آیت اشارہ کرتی ہے کہ "وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّۃٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔"

یعنی اے مسلمانو! تم میں ہمیشہ ایک ایسی جماعت موجود رہنی چاہیئے جو منکروں کی تبلیغ اور مومنوں کی تعلیم و تربیت کے کام میں مصروف رہے

اور ایسی جماعت ہی کامیاب و بامراد ہوا کرتی ہے؟

تربیت کی اہمیت

گو اسلام کی یہ دونوں شاخیں اپنی اپنی جگہ نہایت اہم اور ضروری ہیں جن کی طرف توجہ نہ دینے سے اسلام کا سارا نظام ہی درہم برہم ہو جاتا ہے کیونکہ یہ دو شاخیں گویا اسلام کی **کمیت** اور **کیفیت** کی عَلم بردار ہیں۔ یعنی تبلیغ کا تعلق اسلام کی **کمیت** سے ہے کیونکہ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے اور تربیت کا تعلق اسلام کی **کیفیت** سے ہے جس کے ذریعہ مسلمانوں کو اسلام کی حقیقت پر قائم کیا جاتا ہے۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو بعض لحاظ سے تربیت کی شاخ، تبلیغ کی شاخ سے بھی زیادہ اہم ہے کیونکہ جہاں تبلیغ کا تعلق گویا صرف اسلام کے ظاہر یعنی جسم کے ساتھ ہے۔ وہاں تربیت کا تعلق اسلام کی حقیقت یعنی رُوح کے ساتھ ہے اور جسم اور رُوح میں جو فرق ہے وہ ظاہر ہے۔ اگر ہم ساری دُنیا کو بھی مسلمان بنا لیں لیکن یہ لوگ صرف نام کے مسلمان ہوں اور اسلام کے احکام پر ان کا عمل نہ ہو۔ اور ان کا کردار بدستور غیر اسلامی رہے تو ہمیں ایسے اسلام سے کیا فائدہ ہے؟ بلکہ حق یہ ہے کہ ایسا اسلام خود اس قسم کے نام نہاد مسلمانوں کو بھی کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا بلکہ ان کے خلاف حجت ہو جاتا ہے لیکن اگر مسلمان ہوں تو تعداد میں تھوڑے مگر ہوں وہ پکے اور سچے مسلمان اور ایمان اور اعمال کے لحاظ سے ترازو میں پورے اُترتے ہوں تو تعداد کی کمی کے باوجود وہ دین و دُنیا میں ایک بھاری طاقت

ہوں گے جن کے سر پر خدا کا سایہ ہو گا اور دُنیا اُن کی ارفع رُوحانی قوت اور اُن کے بلند اخلاق اور اُن کے اتحاد اور اُن کے جذبۂ قربانی سے لرزاں رہے گی۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق قرآن مجید فرماتا ہے کہ: كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ ” یعنی کتنی ہی چھوٹی جماعتیں ہیں جو اپنے ایمان اور اخلاق کی برتری کی بناء پر خدا کے حکم سے بڑی بڑی جماعتوں پر غالب آجاتی ہیں۔“!!

پس اس لحاظ سے دیکھا جائے تو **تربیت** کا پہلو **تبلیغ** سے بھی زیادہ اہم اور زیادہ ضروری ہے۔ اور ہماری جماعت کا فرض ہے کہ تربیت کے کام کی طرف پوری توجہ دے کر اپنی کمیت کے ساتھ ساتھ کیفیت کے پہلو کو بھی ترقی دیتے چلے جائیں تا ایسا نہ ہو کہ جسم کی ظاہری فربہی رُوح پر غالب آکر اسے کمزور کر دے۔ اسی خطرہ کی طرف یہ حکیمانہ قرآنی آیت اشارہ کرتی ہے کہ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ” یعنی اے رسول تمہاری تعداد کی ترقی اپنے ساتھ بعض خطرات بھی رکھتی ہے۔ کیونکہ تعداد کی ترقی کے زمانہ میں تربیت کے پہلو کے کمزور ہو جانے کا اندیشہ ہوا کرتا ہے۔ پس جب تم دیکھو کہ لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے لگے ہیں تو ہوشیار ہو جاؤ اور ایسے اوقات میں مسلمانوں کو خاص طور پر تسبیح اور استغفار اور اعمال صالحہ کی تلقین کرو تا اس کثرت کے زمانہ میں بھی جو غفلت کا زمانہ بن جایا کرتا ہے۔ خدا کی رحمت

اُن پر سایہ فگن رہے۔"

اولاد کی تربیت کے بنیادی اصول

تربیت کے پہلو کی اہمیت بتانے کے بعد میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اصولی لحاظ سے تربیت کا کام دو میدانوں میں منقسم ہے۔ **اوّل** نئی نسل یعنی اولاد کی تربیت کا میدان اور **دوم** بڑی عمر کے لوگوں کی تربیت کا میدان۔ ظاہر ہے کہ ہر قوم اور ہر جماعت میں انہی دو قسم کے لوگ شامل ہوا کرتے ہیں۔ بعض لوگ وہ ہوتے ہیں۔ جو پیدائشی مومن کہلاتے ہیں اور مومنوں کے گھر میں پیدا ہو کر نسلی طور پر ایمان کا ورثہ پاتے ہیں۔ اور بعض لوگ وہ ہوتے ہیں جو تبلیغ و تلقین کے ذریعہ ایمان حاصل کر کے مومن بنتے ہیں۔ ان دونوں قسم کے لوگوں کی تربیت کے متعلق اسلام نہایت درجہ حکیمانہ اصول بیان فرماتا ہے۔ اور ناممکن ہے کہ کوئی شخص یا کوئی جماعت اِن اصولوں پر عمل پیرا ہو کر اِن کی برکات سے محروم رہے

نیک ماں نیک اولاد پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

اولاد کی نیک تربیت کے متعلق اسلام سب سے اوّل نمبر پر یہ ہدایت فرماتا ہے کہ مسلمانوں کو چاہیئے کہ ہمیشہ نیک بیویوں کے ساتھ شادی کیا کریں تا اُن کے نیک اثر کے ماتحت اولاد بھی نیک ہو۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا

وَلِجَمَالِهَا وَلِدِيْنِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ۔

"یعنی بیوی کا انتخاب چار باتوں کی وجہ سے کیا جاتا ہے بعض لوگ مال و دولت کی وجہ سے بیوی کا انتخاب کرتے ہیں۔ بعض حسب و نسب پر اپنے انتخاب کی بنیاد رکھتے ہیں۔ بعض عورت کے حُسن و جمال کو دیکھتے ہیں۔ اور بعض دین اور اخلاق کے پہلو کو مقدم کرتے ہیں۔ مگر اے اسلام کے فرزند جس نے اپنی قسمت میرے ساتھ وابستہ کی ہے تو ہمیشہ اخلاق اور دین کے پہلو کو مقدم کیا کر ورنہ تیرے ہاتھ ہمیشہ خاک آلود رہیں گے۔"

اولاد کی تربیت کے متعلق اسلام کی یہ ہدایت جسے گویا اِس معاملہ میں ہدایت نمبر ۲ کہنا چاہیئے سُنہری حروف میں لکھنے کے قابل ہے۔ ماں کا جو اثر اولاد کی تربیت کے معاملہ میں ہوتا ہے اس کا اندازہ کرنا ممکن نہیں۔ حق یہ ہے کہ نیک اولاد پیدا کرنے کے لئے نیک ماں سے بڑھ کر آج تک زمین کے اوپر اور آسمان کے نیچے کوئی **مشین ایجاد** نہیں ہوئی اور جیسا کہ اس حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے ماں کا اثر اولاد کی پیدائش سے بھی پہلے شروع ہو جاتا ہے اور اسلام کا کمال یہ ہے کہ اس نے جڑھ پر ہاتھ رکھ کر اولاد کی تربیت کا انتظام اُس وقت سے شروع کیا ہے جب کہ ابھی تک اولاد کا وجود تک نہیں ہوتا۔ اور حکم دیا ہے کہ اگر نیک

اولاد حاصل کرنا چاہتے ہو تو اولاد کے پیدا ہونے سے بھی پہلے اولاد پیدا کرنے والی ماں کا فکر کرو اور بیوی کا انتخاب کرتے ہوئے ایسی عورت کے ساتھ رشتہ جوڑو جو دیندار اور با اخلاق ہو ورنہ تمہارے ہاتھ ہمیشہ خاک آلود رہیں گے۔ اس ارشاد میں یہ لطیف اشارہ ہے کہ قطع نظر اس کے کہ جس طرح اچھی زمین اور اچھے کھیت کا اثر طبعی رنگ میں فصل پر پڑتا ہے اسی طرح اچھی ماں کا نسلی اثر اولاد کے اخلاق و عادات پر بھی طبعی رنگ میں پڑتا ہے۔ نیک مائیں اولاد پیدا ہونے کے بعد ان کی عملی تربیت میں بھی بہت بھاری اثر رکھتی ہیں۔ بے شک اولاد کی تربیت میں باپ کا بھی کافی دخل ہوتا ہے مگر اس دخل کو اس عظیم الشان اثر سے کوئی نسبت نہیں جو ماں کو حاصل ہے۔ بچہ بچپن میں ماں کی چھاتیوں سے دودھ پیتا اس کی گود میں پرورش پاتا۔ دن رات اس کے پاس گزارتا۔ اپنی ہر بات اس سے کہتا۔ اپنی ہر ضرورت اس سے بیان کرتا۔ ہر امر میں اس کا مشورہ ڈھونڈتا۔ اس کی محبت کی باتوں کو سنتا۔ اس کی ڈانٹ ڈپٹ پر بھی اسی سے چمٹتا۔ اس کے ہر عمل کو دیکھتا اور اس کے ہر قول پر کان دھرتا ہے۔ الغرض اس کے وجود کا ایک حصہ بن جاتا ہے۔ پس چوبیس گھنٹے کے گہرے جوڑ کے مقابل پر باپ کا گاہے گاہے کا واسطہ جو وہ بھی اکثر خشک رنگ کا ہوتا ہے گویا کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتا۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اولاد کے لئے ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے جس کا یہ مطلب ہے کہ اگر ماں نیک ہو تو اس

کی دن رات کی صحبت اولاد کو سیدھا جنت میں پہنچا دیتی ہے اور پھر ماں کی خدمت کر کے بھی اولاد اپنے واسطے بہشت کا رستہ کھول لیتی ہے۔

خاکسار راقم الحروف نے ہزاروں گھروں کو دیکھا اور تجسس کی نظر سے اُن کے حالات کا مطالعہ کیا ہے۔ مگر میں اس کے سوا کسی نتیجہ پر نہیں پہنچا کہ اگر گھر کی ملکہ اور بچوں کی ماں نیک ہو اور تربیت کا تھوڑا بہت بھی مادہ رکھتی ہو تو علیٰ قدرِ مراتب ایسی ماں کے اسی فی صدی بچے نیک نکلتے ہیں۔ سوائے اس کے کہ وہ بڑے ہو کر باہر کی صحبت سے خراب ہو جائیں۔ لیکن عام حالات میں باپ کی تربیت کو یہ درجہ حاصل نہیں۔ والشاذ کالمعدوم۔ اور یہی وہ قدرت کا اٹل قانون ہے جس کی طرف ہمارے آقا (فداہ نفسی) نے عَلَیْکَ بِذَاتِ الدِّیْنِ تَرِبَتْ یَدَاکَ کے الفاظ فرما کر توجہ دلائی ہے۔ پس تربیت اولاد کا پہلا گر یہ ہے کہ لوگ حسن و جمال اور حسب و نسب اور مال و دولت جیسی فانی چیزوں کے پیچھے بھاگنے کی بجائے بیویوں کے انتخاب میں دینداری اور اخلاق کے پہلو کو مقدم کریں۔ بے شک اگر کسی شخص کو بیوی کی دینداری کے ساتھ ساتھ یہ زائد نعمتیں بھی میسر آجائیں تو یہ گویا سونے پر سہاگہ ہے۔ مگر اصل چیز جس پر اچھی اولاد کا دارومدار ہے بیوی کی دینداری اور اس کے اخلاق حسنہ ہی ہیں۔ اور پھر اس میں بھی کیا شبہ ہے کہ قطع نظر اولاد کے سوال کے نیک بیوی خاوند کے لئے بھی قلبی راحت و سکون اور خانگی جنت کا رستہ کھولتی ہے۔ کاش ہمارے دوست اس حقیقت کو سمجھیں! کاش وہ سمجھیں!!!

خلوت کے وقت کی دعا

نیک اولاد پیدا کرنے کا دوسرا گر جس کی اسلام تعلیم دیتا ہے یہ ہے کہ نہ صرف خاوند اور بیوی اپنے تمام خیالات کو پاکیزہ رکھیں بلکہ اپنے مخصوص تعلق کے وقت میں یہ دعا کیا کریں کہ :-

اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا

"یعنی اے ہمارے خدا جس کے ہاتھ میں تمام قدر خیر و شر کی کنجی ہے تو نہ صرف ہمیں شیطانی خیالات اور شیطانی اعمال سے بچا بلکہ جو اولاد تو ہمیں عطا فرمائے اسے بھی شیطانی اثرات سے محفوظ رکھ۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو میاں بیوی اپنے خلوت کے اوقات میں پاک نیت کے ساتھ یہ دعا مانگیں گے اور انہیں اس خلوت کے نتیجہ میں کوئی اولاد حاصل ہوگی تو اللہ تعالیٰ اُن کی اولاد کو مسِ شیطان سے بچائے گا۔ سوائے اس کے کہ کوئی بچہ کسی خارجی اثر کے ماتحت خود شیطان چیلہ بن جائے۔ ظاہر ہے کہ میاں بیوی کی خلوت کا وقت جنسی شہوات کے غیر معمولی زور کا وقت ہوتا ہے۔ لہٰذا اس میں کیا شبہ ہے کہ جو مرد و عورت ایسے وقت میں بھی خدائے قدوس کو یاد کرتے ہیں اور اس کی جناب سے طہارت اور پاکیزگی کے طالب ہوتے ہیں اُن کی اولاد لازماً اُن کی اس غیر معمولی تشنگی اور اس دردمندانہ دعا سے حصہ پاتی ہے۔ پس اپنی اولاد کو نیک

دیکھنے والوں کے لئے یہ دعا بھی ایک لطیف اور آسان ذریعہ ہے جو ہمارے آقا نے بیان فرمایا ہے۔ اور یہ محض ایک خوش عقیدگی کا دعویٰ نہیں ہے بلکہ دنیا کا ایک نفسیاتی تجربہ اس بات پر شاہد ہے کہ مرد و عورت کے خلوت کے وقت کے جذبات سے اولاد ضرور متاثر ہوتی ہے۔ مگر بہت کم ہیں جو ان پُرحکمت ہدایتوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں!

بچہ کے کان میں اذان کہنا

یہاں تک تو میں نے صرف وہ ہدایتیں بیان کی ہیں جو اسلام نے تربیت اولاد کے متعلق اولاد کی پیدائش سے پہلے زمانہ کے بارے میں جاری فرمائی ہیں۔ اس کے بعد اسلام اس درس حکمت کو لیتا ہے جو اولاد کی پیدائش کے بعد والے زمانہ کے لئے مقرر ہے۔ اس تعلق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جب کسی کے گھر میں کوئی بچہ پیدا ہو (خواہ وہ لڑکی ہو یا لڑکا ہو) تو اس کے جسم کی صفائی کے بعد اس کے کانوں میں اسلامی اذان کے الفاظ دہرانے چاہئیں۔ یعنی بچے کے کان کے ساتھ منہ لگا کر یہ الفاظ کہنے چاہئیں کہ :-

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ (چار دفعہ) اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (دو دفعہ) اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ (دو دفعہ) حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ (دو دفعہ) حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ (دو دفعہ) پھر اَللّٰہُ اَکْبَرُ (دو دفعہ) پھر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (ایک دفعہ)

یہ وہ مبارک اور جامع الفاظ ہیں جن میں اسلام کی تعلیم کا گویا ایک مکمل خلاصہ آجاتا ہے۔ اور ولادت کے معاً بعد بچوں کے کان سے منہ لگا کر ان الفاظ کو تکرار کے ساتھ دُہرانے میں یہ اشارہ کرنا مقصود ہے کہ یہ نہ سمجھو کہ بچوں کو صرف ایک دفعہ نصیحت کرنا ہی کافی ہے بلکہ اُن کے دلوں میں اسلام کی تعلیم کا پختہ نقش پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ نیک نصیحتوں کو بار بار دُہرایا جائے اور پاک خیالات کو ان کے دل و دماغ کے سامنے کثرت اور تکرار کے ساتھ لایا جائے۔ اور پھر اس زرّیں ہدایت میں یہ لطیف اشارہ بھی ہے کہ بچے کے پیدا ہوتے ہی اس کی تربیت شروع ہو جانی چاہئیے۔ اور یہ نہیں سمجھنا چاہئیے کہ بچہ تو ابھی چھوٹا ہے جب بڑا ہوگا تو اُسے سمجھائیں گے۔ بلکہ ضروری ہے کہ اس کی پیدائش کے ساتھ ہی اس کی تربیت کا کام شروع کر دیا جائے کیونکہ گو وہ بظاہر نہیں سمجھتا اور شروع میں اس کے کان اور اس کی آنکھیں بھی اچھی طرح کام نہیں کرتیں مگر حقیقتاً وہ پیدا ہوتے ہی ماحول کا اثر قبول کرنا شروع کر دیتا ہے۔ یہ ایک باریک نفسیاتی نکتہ ہے جسے گو عوام الناس نہ سمجھیں مگر علم النفس کے ماہر اسے خوب سمجھتے اور اس کی حقیقت کو پہچانتے ہیں۔

اسی طرح دائیں کان میں **اذان** دینے کے بعد بائیں کان میں **اقامت** کے الفاظ دُہرانے کا حکم ہے۔ جس میں یہ اشارہ ہے کہ بچہ کی ولادت کے ساتھ ہی اذان کی **قولی تعلیم** کے علاوہ

بالقوہ طور پر بچے کی عملی تعلیم کا زمانہ بھی شروع ہو جاتا ہے۔ اسی لئے اس کے کان میں قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ (یعنی اب تمہارے عبد بننے کا وقت شروع ہو رہا ہے) کے الفاظ ڈال کر اسے آنے والی عملی زندگی کے لئے تیار کیا جاتا ہے اور یہ دونوں نہایت درجہ لطیف اشارات ہیں جو بچہ اور اس کے والدین ہر دو کے لئے ایک مبارک درسِ حکمت کا کام دیتے ہیں۔

نیم شعوری زمانہ کی پہلی ہدایت۔ نماز

بچہ جب نیم شعوری زمانہ کو پہنچتا ہے تو اُس وقت سے اس کی معیّن اور براہِ راست تربیت کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے اور اسلام نے اس زمانہ کے لئے سب سے مقدم **نماز** کی ہدایت کو رکھا ہے۔ جو بندہ اور خدا کے درمیان ذاتی تعلق اور ذاتی رابطہ پیدا کرنے کی بنیادی کڑی ہے۔ اور جس کے بغیر کوئی شخص سچا مسلمان کہلانے کا حق نہیں رکھتا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:۔

مُرُوْا اَوْلَادَکُمْ بِالصَّلٰوۃِ وَھُمْ اَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِیْنَ وَاضْرِبُوْھُمْ عَلَیْھَا وَھُمْ اَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِیْنَ۔

"یعنی جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اُسے نماز کی تلقین کرو اور جب بچہ دس سال کا ہو جائے اور نماز

میں سُستی کرے تو اُسے مناسب سرزنش کرو۔"

یہ گویا نیم شعوری زمانہ کا درسِ اوّلین ہوتا ہے اور حق یہ ہے کہ اس سے بڑھکر دیندار خاندانوں کے بچوں کی دینی تربیت کے لئے کوئی اور ہدایت ممکن نہیں۔ دین دو حصوں میں منقسم ہوتا ہے۔ ایک حصہ **حقوق اللہ** سے تعلق رکھتا ہے اور دوسرا حصہ **حقوق العباد** سے تعلق رکھتا ہے۔ نماز کا تعلق حقوق اللہ کے ساتھ ہے۔ قرآنی تعلیم کے مطابق **نماز** ساری اسلامی عبادتوں میں **گل سرسبد** کا حکم رکھتی ہے اور شروع زندگی میں ہی بچہ کو نماز کی تلقین کرنے میں یہ بتانا مقصود ہے کہ اب تم عملی زندگی میں قدم رکھ کر ذاتی تعلقات اور ذاتی روابط پیدا کرنے والے ہو۔ دُنیا میں تمہاری دوستیاں بھی قائم ہوں گی اور تمہاری رشتہ داریاں بھی ہوں گی۔ اس وقت تم صرف بیٹے یا بھتیجے ہو اور کل کو باپ اور چچا بھی بنو گے۔ پھر کسی کے ساتھ تمہارا استاد اور شاگرد کا تعلق قائم ہوگا۔ اور کسی سے لین دین کا واسطہ پڑے گا۔ کوئی تمہارا افسر بنے گا اور کسی کے تم افسر ہوگے۔ وغیرہ وغیرہ۔ مگر یاد رکھو کہ ان سب سے مقدم رشتہ **خدا کا رشتہ** ہے جو تمہارا خالق و مالک اور حافظ و رازق ہے۔ پس ابھی سے اس کے ساتھ محبت اور عبودیت کا رشتہ جوڑو کہ یہ رشتہ سارے رشتوں سے زیادہ کام آنے والا اور انسان کے لئے دین و دُنیا میں مضبوط ترین سہارا ہے۔ مَیں کامل یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ جو بچہ بچپن میں ہی نماز کا عادی ہو کر خدا کے ساتھ ذاتی رشتہ جوڑ لے

وہ خدا کے فضل سے کبھی ضائع نہیں کیا جا سکتا۔ بشرطیکہ اس کی نماز ریا یا نفاق یا محض رسمی عادت کا نتیجہ نہ ہو۔ بلکہ اخلاص اور محبت اور دلی وابستگی پر مبنی ہو۔ **کاش!** احمدی والدین اس نکتہ کو سمجھ کر اپنی اولاد کو بچپن میں ہی خدا کے دامن کے ساتھ وابستہ کر دیں۔ کیونکہ یہ **تعویذ** وہ ہے جو نہ صرف دُنیا میں بلکہ آخرت کی ابدی زندگی میں بھی ان کا بہترین سہارا ہے۔

لڑکیوں کے متعلق آنحضرت صلعم کا مخصوص ارشاد

بچپن کی تربیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکیوں کے متعلق خاص طور پر تاکید فرمائی ہے۔ کہ والدین کو ان کی تعلیم و تربیت کا زیادہ خیال رکھنا چاہیئے۔ چنانچہ آپؐ فرماتے ہیں:-

مَنْ كَانَتْ لَهُ أُنْثَى فَلَمْ يَئِدْهَا وَلَمْ يُهِنْهَا وَلَمْ يُؤْثِرْ وَلَدَهُ عَلَيْهَا أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ۔

• یعنی جس شخص کو اللہ تعالےٰ نے کوئی لڑکی عطا کرے اور وہ اس کی تربیت کی طرف سے غافل ہو کر اُسے عملاً زندہ درگور نہ کر دے اور اس کے ساتھ اکرام و احترام سے پیش آئے اور اپنی نرینہ اولاد کو اس پر ترجیح نہ دے۔ تو ایسے شخص کو خدا تعالےٰ اس کے

اس نیک عمل کی وجہ سے جنت میں داخل کرے گا۔"

رسولِ پاک سرورِ کائنات ؐ کا یہ ارشادِ گرامی اسی گہرے فلسفہ پر مبنی ہے جس کے ماتحت آپؐ نے مسلمان مردوں کو بیوی کے انتخاب کے معاملہ میں عَلَیْکَ بِذَاتِ الدِّیْنِ کی ہدایت فرمائی ہے اور اس میں غرض یہ ہے کہ جب والدین اپنی لڑکیوں کی اچھی تربیت کریں گے۔ اور ان کے قول و عمل کو نیکی کے رستہ پر ڈال دیں گے۔ اور ان کے دلوں میں عزتِ نفس پیدا کریں گے تو چونکہ انہوں نے بڑے ہو کر قوم کی مائیں بننا ہے۔ اس لئے یہ لڑکیاں اپنے وقت پر لازماً نیک اولاد پیدا کرنے کی موجب ہو جائیں گی اور اس طرح ہر لڑکی کے پیچھے ایک پاک نسل کا سلسلہ قائم ہو جانے کے نتیجہ میں مسلمانوں کا ہر قدم ترقی کی طرف اُٹھتا چلا جائے گا۔ اب دیکھو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اپنی ظاہری صورت میں کتنا سادہ ہے مگر اپنے اثرات اور نتائج کے لحاظ سے گویا قوموں کی کایا پلٹ دینے والا ہے!!

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْہِ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

اہلِ خانہ کی مجموعی تربیت کے متعلق اصولی ہدایت

ایک خاص ہدایت جو اسلام مسلمان مردوں کو اُن کے اہلِ خانہ کی مجموعی تربیت کے متعلق دیتا ہے یہ ہے کہ اس نے

یہ ہے کہ اس نے اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ کے اصول کے مطابق مسلمان مردوں کو اس بات کا ذمہ دار قرار دیا ہے کہ وہ اپنے اہل و عیال کے اخلاق و عادات کی نگرانی رکھیں اور ان کی اچھی تربیت کا انتظام کریں اور انہیں ایسی باتوں سے بچائیں جو اُن کے دین اور اخلاق کو تباہ کرنے والی ہوں چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے:-

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا۔

"یعنی اے مومنو! تمہارا فرض ہے کہ نہ صرف خود نیک بنو بلکہ اپنے اہل و عیال کو بھی بے دینی اور بداخلاقی کی آگ سے بچاؤ۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمان مردوں کا یہ فرض قرار دیا ہے کہ وہ چوکس ہو کر رہیں اور نہ صرف خود نیکی اختیار کریں بلکہ اپنی بیویوں اور اپنی لڑکیوں اور لڑکوں اور گھر میں رہنے والے دوسرے عزیزوں کی بھی نگرانی رکھیں اور دینی اور اخلاقی امور میں ان کی اچھی تربیت کا انتظام کریں گے۔ انہیں دوزخ کی آگ سے بچائیں۔ بلکہ "اہل" کے لفظ میں گھر کے نوکر بھی شامل ہیں۔ اور مسلمانوں کا فرض مقرر کیا گیا ہے کہ وہ اپنے نوکروں کے اخلاق و عادات کی بھی نگرانی رکھیں۔ نہ صرف اس لئے کہ ان کے نوکر بھی خدا کے بندے ہیں بلکہ اس لئے بھی کہ دن رات کے اختلاط کی وجہ سے نوکروں

کے اخلاق و عادات کا گھر کے نوکروں وغیرہ پر بھی کافی اثر پڑتا ہے۔ اس طرح یہ لطیف آیت ایک بڑے وسیع مفہوم کی حامل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مومنوں کو ان کی بیویوں اور ان کی اولاد اور ان کے ساتھ رہنے والے عزیزوں اور گھر کے نوکروں وغیرہ سب کے متعلق نگران اور ذمہ دار قرار دیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ ذمہ داری تین طرح سے ادا ہو سکتی ہے۔ اوّل۔ بیوی بچوں اور عزیزوں اور نوکروں کی دینی اور اخلاقی نگرانی کرنے سے۔ دوّم۔ انہیں ہمیشہ نیک نصیحت کرتے رہنے سے۔ اور سوّم انہیں بدصحبت سے بچانے سے۔ اور کیا ہی خوش قسمت ہے وہ انسان جو ان تین ذرائع کو استعمال کر کے اپنے اہل و عیال کو دوزخ کی آگ سے محفوظ کرلے۔ اور کیا ہی بدقسمت ہے وہ شخص جسے خدا بیوی اور اولاد اور عزیز و اقارب کی نعمت سے نوازے اور اُسے اپنے اہل و عیال کی خدمت کے لئے نوکر رکھنے کی بھی توفیق دے اور پھر وہ انہیں نیک تربیت کے ذریعہ اس رستہ پر نہ ڈال سکے جو ان نعمتوں کے دینے والے خدا کی رضا کا رستہ ہے۔

تربیتِ عامہ کے اصول

گھریلو ماحول سے تعلق رکھنے والی تربیتی ہدایات بیان کرنے کے بعد میں تربیتِ عامہ کے سوال کو لیتا ہوں۔ جیسا کہ میں نے شروع مضمون میں اشارہ کیا ہے تربیت سے مراد مناسب **تعلیم و تلقین** اور مناسب **تنظیم** اور مناسب **ماحول** کے ذریعہ کسی جماعت کو اُس حقیقت پر قائم کرنا ہے جو اس **جماعت** کے قیام کی اصل غرض و غایت ہے۔ اس تعریف کے ماتحت **مسلمانوں** کی تربیت یا زیادہ معیّن صورت میں جماعتِ احمدیہ کی تربیت سے یہ مراد ہوگی کہ انہیں **اسلام** اور **احمدیت** کی حقیقت پر اس طرح قائم کر دیا جائے کہ ان کا **ایمان** اور ان کے **اعمال** پوری طرح اسلامی ڈھانچے میں ڈھل جائیں۔ اور ان کا کوئی قدم **قرآن** کے احکامات اور **حدیث** کے ارشادات اور **احمدیت** کی تشریحات اور **نظامِ جماعت** کی ہدایات کے خلاف نہ اُٹھنے پائے۔ لیکن ظاہر ہے کہ میرے اس مختصر سے مضمون میں ان ساری باتوں کے بیان کرنے کی گنجائش نہیں اس لئے میں اس جگہ صرف چند موٹی موٹی باتوں کے ذکر پر اکتفا کروں گا۔ اور میں اُمید کرتا ہوں کہ یہ چند باتیں جو میں اس جگہ بیان کروں گا ایسی اصولی نوعیت کی ہوں گی کہ ان پر عمل کرنے سے ہمارے دوست انشاءاللہ خود بخود بہت سی تفصیلی ہدایات پر عمل کرنے کی

توفیق پاسکیں گے۔ اور اس کے بعد میں انشاء اللہ مختصر طور پر چند وہ ذرائع بیان کروں گا جو جماعت احمدیہ کی بنیادی تنظیم کے قیام اور پہلوئے تربیت کے حصول کے لئے بنیادی حیثیت رکھتے ہیں جن کے بغیر ہماری جماعت کبھی بھی اس مقام کو حاصل نہیں کر سکتی جو اس کے قیام کی اصل غرض و غایت ہے۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

تربیت کے چند اہم پہلو

جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا ہے تربیت کاملہ تو اس بات کا نام ہے کہ ہر احمدی قرآن مجید کے سات سو احکام کے علاوہ حدیث کے ارشادات اور احمدیت کی ہدایات کے سامنے اپنی گردن اس طرح رکھ دے جس طرح ایک قربانی کے جانور کی گردن ذبح کرنے والے کی چھری کے سامنے رکھ دی جاتی ہے۔ یہ وہی حقیقت ہے جس کی طرف قرآن مجید نے ان الفاظ میں اشارہ فرمایا ہے کہ "بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ" یعنی سچا مسلمان جو اپنے آسمانی آقا کی طرف سے کامل اجر پانے کا مستحق ہے صرف وہ ہے جو اپنے آپ کو کلیتہً خدا کی مرضی پر ڈال دے اور جیسا کہ مُحْسِنٌ کے لفظ میں اشارہ ہے ہر وقت خدا کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھے۔ اس غرض کے پیش نظر خدا نے مومنوں کے لئے تقویٰ کا مقام مقرر فرمایا ہے جو گویا اسلام کی جان ہے۔ پس سب سے پہلے میں اسی کو لیتا ہوں۔

تقویٰ کا بلند مقام

سو جاننا چاہئے کہ تقویٰ کسی عمل کا نام نہیں ہے بلکہ تقویٰ دل کے اس جذبہ کا نام ہے جو اعمال کے مقابل پر روح کا درجہ رکھتا ہے اور تقویٰ کا مقام دل ہے چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ "یعنی جو شخص خدا کی طرف رہنمائی کرنے والی مقدس ہستیوں اور مقدس مقامات اور مقدس صحائف کی عزت کرتا اور ان کی عظمت کو برقرار رکھتا ہے وہی اس تقویٰ پر قائم سمجھا جا سکتا ہے جس کا صدر مقام دل ہے۔" پس تقویٰ کسی عمل کا نام نہیں بلکہ اعمال صالحہ کی روح کا نام ہے۔ اور تقویٰ سے مراد دل کا وہ مستقل جذبہ ہے جس کے ماتحت انسان ہر قدم اٹھاتا ہوا خدا کی طرف دیکھتا ہے۔ کہ میں کوئی بات اس کی رضا کے خلاف تو نہیں کر رہا۔ متقی انسان ہر امر میں خدا کی ناراضگی سے بچتا اور ہر وقت اس کی رضا کے مواقع کی تلاش میں رہتا ہے۔ دراصل تقویٰ وہ جڑھ ہے جس سے عمل صالح کا درخت پیدا ہوتا ہے اور جب تک یہ جڑھ قائم ہے انسان کے لئے خدا کے فضل سے کوئی خطرہ نہیں۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ؎

ہر اک نیکی کی جڑھ یہ اتقا ہے
اگر یہ جڑھ رہی سب کچھ رہا ہے

اس شعر کا دوسرا مصرعہ الہامی ہے۔ اور اپنے ساتھ خدا کی مہر تصدیق

رکھتا ہے۔ پس ہمارے دوستوں کو چاہیئے کہ اپنے دلوں میں تقویٰ پیدا کریں۔ یہ ایسا زبردست تعویذ ہے جس کے ہوتے ہوئے کوئی ابتلاء انسان کو متزلزل نہیں کر سکتا۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ وغیرہ سب اعلیٰ درجہ کے نیک اعمال ہیں۔ مگر وہ ریاء سے بھی ادا کئے جا سکتے ہیں۔ ان میں عادت کا بھی دخل ہو سکتا ہے۔ مگر تقویٰ ان سب خطرات سے بالا ہے۔ وہ ریاء اور عادت اور جبر اور ماحول کی تاثیرات سے اسی طرح محفوظ ہے جس طرح ایک مضبوط قلعہ چوروں اور رہزنوں اور ڈاکوؤں سے محفوظ ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا ہے کہ ؎

عجب گوہر ہے جس کا نام تقویٰ ۔ مبارک وہ ہے جس کا کام تقویٰ
مسلمانو بناؤ تام تقویٰ ۔ کہاں ایمان اگر ہے خام تقویٰ

یہ تقویٰ ہے اس نے یہ جزا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِی اَخْزَی الْاَعَادِی

ایمان اور عمل صالح کی بنیادی نیکیاں — نماز اور انفاق فی سبیل اللہ

تقویٰ اللہ ہی کی مزید تشریح کے طور پر قرآن مجید فرماتا ہے کہ جو شخص حقیقی متقی ہوتا ہے وہ لازماً ایمان اور عمل صالح کے اعلیٰ مقام پر فائز ہو جاتا ہے چنانچہ قرآن مجید اپنے ہدایت نامہ کے بالکل آغاز میں ہی فرماتا ہے:-

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ. اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ.

"یعنی قرآن متقیوں کے لئے ایک مکمل ہدایت نامہ ہے جو غیب پر ایمان لاتے اور نماز کو قائم کرتے اور جو کچھ بھی ہم نے انہیں دے رکھا ہے اس میں سے (خدا کے رستہ میں) خرچ کرتے ہیں۔ اور جو اے رسول اس ہدایت پر ایمان لاتے ہیں جو تجھ پر نازل کی گئی ہے اور اس پر بھی جو تجھ سے پہلے نبیوں پر نازل ہوتی رہی ہے اور وہ تیرے بعد آنے والی (وحی) پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو خدا کی نظر میں ہدایت پر قائم ہیں اور یہی لوگ کامیاب و بامراد ہوں گے۔"

اس جامع آیت میں خدا تعالیٰ نے ایمان اور اعمال صالحہ کا ایک ایسا لطیف خاکہ پیش فرمایا ہے جو مسلمانوں کی تربیت کے لئے عموماً اور جماعت احمدیہ کی تربیت کے لئے خصوصاً بنیادی پتھر کا کام دے سکتا ہے۔ حضرت خاتم الرسل سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی بحث میں تو مجھے اس جگہ جانے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ ایمان ہر مسلمان کے دل میں نقش فی الحجر کے طور پر قائم ہے اور آپ کی ذات والا صفات

پر ایمان لانا اسلام کا وہ مرکزی نقطہ ہے جس کے بغیر سب کچھ ہیچ ہے اور آپؐ کو افضل الرسل اور سید الاولین والآخرین اور خاتم النبیین یقین کرنا اور آپؐ کی لائی ہوئی شریعت کو آخری شریعت ماننا ہر احمدی کی روح کی قرار گاہ ہے۔ اسی طرح مجھے اس جگہ سابقہ انبیاء پر ایمان لانے کی بحث میں بھی جانے کی ضرورت نہیں کیونکہ ہمارے لئے ان پر ایمان لانا رسول پاکؐ پر ایمان لانے کے واسطے سے ہے نہ کہ براہِ راست۔ اور اسی طرح مجھے آخرۃ والی وحی کی بحث میں بھی جانے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کی ظِل اور آپؐ سے مبشرات کی حامل ہونے کی وجہ سے ہر احمدی کے ایمان کا حصہ ہے۔ اسی لئے میں اس جگہ صرف **ایمان بالغیب** اور **اقامۃ الصلوٰۃ** اور **انفاق فی سبیل اللہ** کی بحث پر اکتفا کروں گا۔

سو ہر شخص جو غور کا مادہ رکھتا ہے آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ یہ تین امور جن کا اس آیت میں ذکر ہے اور جن میں سے ایک ایمان سے تعلق رکھتا ہے اور دو عمل صالح کا حصہ ہیں اسلام کی تعلیم کا نچوڑ ہیں۔ **ایمان بالغیب** سے مراد وہ بنیادی امور ہیں جن پر ایک مومن کے ایمان کی بنیاد ہوتی ہے یعنی خدا پر ایمان۔ **فرشتوں** پر ایمان اخروی زندگی پر ایمان اور **قانون قضا و قدر** پر ایمان۔ ہر احمدی کے دل میں یہ بات راسخ ہونی چاہیئے کہ میرا ایک خدا ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور جو میرا حاکم و مالک اور میرا حافظ و رازق ہے اور میرا یہ

اولین فرض ہے کہ اس کے ساتھ ذاتی رابطہ اور ذاتی تعلق قائم کروں اور اُسے اپنے لئے ایک خیالی بُت نہ رہنے دوں۔ ہر احمدی کے دل میں یہ بات راسخ ہونی چاہیئے کہ دُنیا کے نظام کو چلانے کے لئے جس طرح خدا نے مادی اسباب پیدا کئے ہیں اسی طرح اس نے روحانی اسباب کے طور پر **فرشتے** بھی پیدا کئے ہیں جو بظاہر نظر نہ آنے کے باوجود لوگوں کے دلوں میں نیکی کی تحریک کرتے اور بدی سے روکتے ہیں۔ ہر احمدی کے دل میں یہ بات راسخ ہونی چاہیئے کہ **موت** کے بعد ایک اور زندگی بھی ہے جس میں اُسے خدا کے سامنے اپنے اعمال کا جوابدہ ہونا پڑے گا۔ اور ہر احمدی کے دل میں یہ بات بھی راسخ ہونی چاہیئے کہ روحانی ہدایت ناموں کے علاوہ دُنیا کا مادی کارخانہ بھی خدا ہی کے بنائے ہوئے **قانون قضاء و قدر** کے ماتحت چل رہا ہے خواہ یہ قانون خیر سے تعلق رکھتا ہو یا کہ شر سے۔ یہ سب باتیں جو غیب سے تعلق رکھتی ہیں ہر احمدی کے دل میں ایک زندہ اور تابندہ حقیقت کے طور پر اس طرح راسخ ہونی چاہئیں کہ کوئی ابتلاء اور کوئی طوفان اسے اس حقیقت سے متزلزل نہ کر سکے۔

اس کے بعد قرآن دو بنیادی نیکیوں کو لیتا ہے جو سارے اعمال صالحہ کا نچوڑ ہیں۔ ان میں سے ایک **نماز** ہے اور دوسری **انفاق فی سبیل اللہ** ہے۔ نماز خدا کا حق ہے جو خدا کے ساتھ بندے کا ذاتی تعلق قائم کراتی اور اُس کے عظیم الشان پاور سٹیشن کے ساتھ بندے کے دل کی تاروں کا جوڑ ملا کر اس کے سینہ میں ایک

دائمی شمع روشن کر دی ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق حقیقی نماز وہی نماز سمجھی جاتی ہے جس میں نماز پڑھنے والا اس یقین سے معمور ہو کہ میں اس وقت خدا کو دیکھ رہا ہوں اور خدا مجھے دیکھ رہا ہے۔ اور پھر جیسا کہ قرآن مجید فرماتا ہے نماز منکرات اور فحشاء سے روکنے کا ایک نہایت مؤثر ذریعہ ہے۔ **نماز** کا لطیف ترین حصہ **دُعا** ہے جس میں بندہ خدا کو مخاطب کر کے اس سے گویا ہم کلام ہوتا ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَۃِ" یعنی جس طرح ایک ہڈی کی جان اس کے گودے میں ہوتی ہے جس کے بغیر وہ ایک بیکار چیز سمجھی جاتی ہے اسی طرح نماز کی جان **دُعا** میں ہے۔ جس کے بغیر نماز ایک بے جان سی چیز بن جاتی ہے۔ پس دوستوں کو چاہیئے کہ نہ صرف نماز کی پابندی اختیار کریں بلکہ نماز میں دُعاؤں کی بھی عادت ڈالیں۔ قرآن مجید فرماتا ہے قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ۔ "یعنی اے رسول تو لوگوں سے کہہ دے کہ اگر تمہاری دُعائیں نہ ہوں تو میرے خدا کو تمہاری کیا پرواہ ہے؟"

دوسرا عمل صالحہ جو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے وہ **انفاق فی سبیل اللہ** ہے یعنی خدا کے دیئے ہوئے رزق میں سے خرچ کرنا یہ گویا بندوں کا حق ہے۔ اور اس سے **زکوٰۃ** کے علاوہ وہ **چندے** بھی مراد ہیں جن کے ذریعہ **جماعت** کے مشترکہ کاموں یعنی **تبلیغ** اور **تعلیم** اور **اشاعت لٹریچر** اور **تنظیم** اور **مہمان نوازی** اور **غریبوں**

کی امداد اور رفاہِ عام کے دوسرے کاموں کا انتظام کیا جاتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ نماز کی طرح **انفاق فی سبیل اللہ** بھی اسلام کی بنیادی نیکیوں میں سے ہے اور کوئی شخص اس کے بغیر سچا احمدی نہیں سمجھا جا سکتا اس طرح اس چھوٹی سی آیت میں خدا تعالیٰ نے گویا اسلام کا مکمل خلاصہ پیش کر دیا ہے جو یہ ہے کہ **نماز** کے ذریعہ خدا کے ساتھ ذاتی تعلق پیدا کرو اور **انفاق فی سبیل اللہ** کے ذریعہ جماعتی کاموں میں حصہ لو۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ جو احمدی سچے دل سے ان دو نیکیوں کو اختیار کرے گا وہ باوجود بعض بشری کمزوریوں کے اسلام اور احمدیت کا ایک عمدہ نمونہ بن جائے گا بشرطیکہ یہ کام تقویٰ کی بناء پر ہو اور ان میں ریاء یا عادت کا دخل نہ ہو۔

اسی طرح **انفاق فی سبیل اللہ** کے وسیع مفہوم میں زکوٰۃ اور جماعتی چندوں کے علاوہ یہ بات بھی شامل ہے کہ مومنوں کو صرف اپنے مال میں سے ہی نہیں بلکہ ہر اس نعمت میں سے بھی جو انہیں خدا کی طرف سے ملی ہو خدا کا حصہ نکالنا چاہیئے۔ جس طرح مومن کا مال خدا کا رزق ہے اسی طرح اس کے **قویٰ** اور اس کے **دل و دماغ** کی طاقتیں بھی خدا کا رزق ہیں۔ اس کے **اوقات** اور اس کی زندگی کے لمحات بھی خدا کا رزق ہیں اور اس کا **علم** بھی خدا کا رزق ہے۔ پس تمام سچے احمدیوں کا فرض ہے کہ ان سارے رزقوں میں سے خدا کا حصہ نکالیں جس کے بغیر ان کی تربیت مکمل نہیں ہو سکتی۔

تین خاص کمزوریوں سے اجتناب کا حکم
شرکِ خفی۔ عقوق الوالدین اور جھوٹ

اس کے بعد میں ان تین بدیوں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جن کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمّت کو خاص طور پر ہوشیار کیا ہے اور ان بدیوں کے ذکر کے ذریعہ مومنوں کو اشارہ فرمایا ہے کہ ان بدیوں کے مقابلہ کی نیکیوں کو اختیار کر کے خدا کے سچے عبد بننے کی کوشش کریں۔ آپ فرماتے ہیں:۔

أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ ثَلَاثًا۔ قَالُوْا
بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ قَالَ اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ
وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ وَجَلَسَ وَكَانَ مُتَّكِئًا
فَقَالَ أَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا
حَتّٰى قُلْنَا لَيْتَهٗ سَكَتَ۔

"یعنی کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہوں پر مطلع نہ کروں؟ اور آپ نے یہ الفاظ تین دفعہ دہرائے صحابہ نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ آپ ضرور ہمیں مطلع فرماویں۔ آپ نے فرمایا تو پھر سنو سب سے بڑا گناہ خدا کا شرک ہے اور اس کے بعد سب سے بڑا گناہ والدین کی خدمت سے غفلت برتنا ہے۔

اور پھر یہ کہتے ہوئے آپ تکیہ کا سہارا چھوڑ کر اُٹھ بیٹھے اور بڑے جوش کے ساتھ فرمایا کہ پھر جھوٹ بولنا سب سے بڑا گناہ ہے اور آپ نے یہ الفاظ اتنی دفعہ دہرائے کہ ہم نے آپ کی تکلیف کا خیال کر کے دل میں کہا کاش! اب آپ خاموش ہو جائیں اور زیادہ کوفت نہ اُٹھائیں۔"

یہ حدیث ایک نہایت لطیف تربیتی سبق پر مشتمل ہے۔ جسے ہر سچے مسلمان اور سچے احمدی کو اپنا حرزِ جان بنانا چاہئے۔ سب سے پہلی بات شرک ہے۔ یعنی خدا کے ساتھ کسی دوسری چیز کو شریک ٹھہرانا۔ مگر یاد رکھنا چاہئے کہ یہاں شرک سے مراد بُت پرستی یا ظاہری شرک نہیں ہے۔ کیونکہ بُت پرستی کا تو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے کلمہ طیبہ کے ساتھ ہی خاتمہ ہو جاتا ہے جو گویا اسلام میں داخل ہونے کا دروازہ ہے اور پھر ایمان بالغیب میں اس کا ذکر بھی آچکا ہے۔ پس یہاں شرک سے مراد شرکِ خفی ہے جس میں بدقسمتی سے آجکل اکثر مسلمان اور کئی احمدی بھی غلطی سے مبتلا ہو جاتے ہیں۔ مخفی شرک سے مراد یہ ہے کہ کسی چیز کی ایسی عزت کی جائے جو صرف خدا کی کرنی چاہئے۔ یا کسی چیز کے ساتھ ایسی محبت رکھی جائے جو صرف خدا کے ساتھ رکھنی چاہئے۔ یا کسی چیز پر ایسا بھروسہ کیا جائے جو صرف خدا پر کرنا چاہئے۔ اسلام دین و دنیا کے مختلف کاموں

میں ظاہری تدبیروں کے اختیار کرنے سے ہرگز نہیں روکتا۔ مگر ان پر بھروسہ کرنے اور انہیں ہی کامیابی کا آخری سہارا سمجھنے سے ضرور روکتا ہے کیونکہ یہ ایک مخفی شرک ہے جسے اسلام کی توحید کا بلند نظریہ کسی صورت میں برداشت نہیں کرسکتا۔ تم نے کوئی امتحان دینا ہو تو بے شک محنت کرو اور ضرور کرو مگر کامیابی کا آخری سہارا خدا کو سمجھو۔ تم پر کوئی مقدمہ ہو تو بے شک کسی قابل وکیل کے ذریعہ مقدمہ کی پیروی کرو اور ضرور کرو۔ مگر اس بات کو نہ بھولو کہ کامیابی کی آخری کنجی خدا کے ہاتھ میں ہے۔ تم بیمار پڑجاؤ تو بے شک کسی ماہر ڈاکٹر سے علاج کراؤ اور ضرور کراؤ۔ مگر دل میں یہ یقین رکھو کہ تمہاری شفایابی کی انتہائی کڑی خدا کے قبضہ میں ہے۔ یہ ایک مشکل مقام ہے۔ مگر سوچو تو **توحید** کا اصل مقام یہی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا ہے کہ ؎

ہرچہ غیرِ خدا بخاطرِ تُست ⁂ آں بُتِ تُست اے بایماں سُست
پُر حذر باش زیں بتانِ نہاں ⁂ دامنِ دل زدستِ شاں برہاں

"یعنی ہر وہ چیز جو خدا کے مقابل پر تیرے دِل میں ہے وہ تیرے لئے ایک بُت ہے۔ اے سُست ایمان والے شخص! تجھے چاہئے کہ ان مخفی بُتوں کی طرف سے ہوشیار رہ اور اپنے دل کے دامن کو ان سے بچا کر رکھ۔"

دوسری ہدایت جو اس حدیث میں دی گئی ہے وہ **والدین کی خدمت** سے غفلت برتنے کے متعلق ہے جسے اسلام نے گویا مخفی شرک سے دوسرے نمبر کا گناہ شمار کیا ہے اور یاد رکھنا چاہئیے کہ **عقوق الوالدین** سے ماں باپ کی نافرمانی ہی مراد نہیں۔ کیونکہ یہ تو ایک محض منفی قسم کی چیز ہے بلکہ والدین کا واجبی احترام نہ کرنا اور ان کی خدمت کی طرف سے غفلت برتنا اور ان کے جذبات کا خیال نہ رکھنا بھی اس ارشاد کے مفہوم میں شامل ہے۔ چنانچہ دوسری جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عقوق الوالدین کی جگہ بِرّ الوالدین کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ جس میں والدین کی **اطاعت** اور **خدمت** اور **محبت** کا مفہوم واضح طور پر داخل ہے۔ مگر افسوس ہے کہ آجکل کئی نادان لوگ اپنی بیویوں کی حد سے بڑھی ہوئی محبت کی وجہ سے یا اپنی اولاد میں حد سے زیادہ شغف رکھنے کی بناء پر والدین کی خدمت اور اُن کے واجبی احترام کے معاملہ میں غافل ہونے لگتے ہیں حالانکہ اسلام نے والدین کو بہت بڑا درجہ دیا ہے اور ماں کے متعلق تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک فرمایا ہے کہ **ماں کے قدموں کے نیچے جنّت ہے**۔ اور قرآن شریف فرماتا ہے کہ سوائے اس کے کہ کسی کے والدین اسے شرک کی تعلیم دیں اور کسی اور چیز کو خُدا کے حکم کے مقابل پر کھڑا کریں بچّوں کا فرض ہے کہ ماں باپ کے ہر حکم کو مانیں پس بے شک بیوی کے ساتھ حُسنِ سلوک اور اولاد کی محبت آمیز

پرورش ہر مسلمان کا فرض ہے جس کے متعلق اسلام میں بہت تاکید پائی جاتی ہے۔ لیکن "گر حفظِ مراتب نہ کنی زندیقی"

تیسری بات جو اُوپر والی حدیث میں بیان کی گئی ہے وہ **راست گفتاری** سے تعلق رکھتی ہے۔ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹ سے اس قدر نفرت تھی اور آپؐ کے دل میں مسلمانوں کے اندر سچ بولنے کی عادت پیدا کرنے کا اتنا جوش تھا کہ جیسا کہ اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے آپؐ جھوٹ کے خلاف نصیحت فرماتے ہوئے جوش کے ساتھ اُٹھ بیٹھے اور بار بار یہ الفاظ دُہرائے کہ اَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ اَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ یعنی کان کھول کر سُن لو ہاں پھر کان کھول کر سُن لو کہ اسلام میں **شرک** اور **عقوق الوالدین** سے اُتر کر سب سے بڑا گناہ **جھوٹ** بولنا ہے۔ دراصل جھوٹ بولنا اپنی ذات میں ہی ایک نہایت ذلیل قسم کا گناہ نہیں ہے بلکہ دوسرے گناہوں پر جرأت دلانے اور ان پر پردہ ڈال کر گناہ کے سلسلہ کو لمبا کرتے چلے جانے کی ایک ناپاک مشینری بھی ہے۔ بس ہر احمدی کا فرض ہے کہ وہ جھوٹ سے اس طرح نفرت کرے جس طرح ایک مُردہ اور متعفّن لاش سے نفرت کی جاتی ہے۔ حق یہ ہے کہ احمدیت اور سچ بولنا ہم معنی الفاظ ہونے چاہئیں۔ کاش ہمارے سب دوست اس وصف کو اپنا طُرّۂ امتیاز بنائیں۔

جماعتی اُمراء کی اطاعت

جماعتی تنظیم و تربیت کے تعلق میں اسلام ایک خاص بلکہ خاص الخاص ہدایت یہ دیتا ہے کہ مومنوں کو اُن اُمراء کی کامل اطاعت کرنی چاہئے جو جماعتی تنظیم کے ماتحت مقرر کئے جائیں۔ یہ ہدایت گویا جماعتی تنظیم کی ریڑھ کی ہڈی ہے جسے نظر انداز کرنے سے سارا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔ اور جماعت جماعت نہیں رہتی بلکہ منتشر افراد کا ایک بٹا ہوا گروہ بن جاتی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا اتنا خیال تھا کہ آپؐ بسا اوقات فرماتے تھے:۔

مَنْ اَطَاعَ اَمِیْرِیْ فَقَدْ اَطَاعَنِیْ وَمَنْ عَصٰی اَمِیْرِیْ فَقَدْ عَصَانِیْ۔

"یعنی جس شخص نے میرے مقرر کئے ہوئے امیر کی اطاعت کی اس نے اس کی اطاعت نہیں کی بلکہ میری اطاعت کی۔ اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے گویا میری نافرمانی کی۔"

اور جب آپؐ سے یہ عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ ایسے امیر بھی ہو سکتے ہیں جو جابر ہوں۔ وہ اپنے حقوق تو ہم سے جبراً چھینیں لیکن ہمارے حقوق ہمیں نہ دیں تو اس صورت میں آپؐ کا کیا ارشاد ہے؟ آپؐ نے فرمایا اَدُّوْا اِلَیْھِمْ حَقَّھُمْ وَسَلُوا اللّٰہَ حَقَّکُمْ۔ یعنی تم اس صورت میں بھی اپنے امیروں کے حقوق انہیں ادا کرو

اور اپنے حقوق کا معاملہ خدا پر چھوڑ دو۔" اور جب عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ ایک امیر بے وقوف بھی ہو سکتا ہے جس کے بعض احکام جہالت پر مبنی ہوں تو اس صورت میں ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ آپؐ نے فرمایا۔ اِسْمَعُوْا وَاَطِیْعُوْا وَاِنِ اسْتُعْمِلَ عَلَیْکُمْ عَبْدٌ حَبَشِیٌّ کَاَنَّ رَاْسَہٗ زَبِیْبَۃٌ۔ "یعنی تم پھر بھی اس کی بات پر کان دھرو اور اس کا حکم مانو۔ خواہ تم پر ایک ایسا **حبشی غلام** امیر مقرر کر دیا جائے جس کا سر انگور کے خشک دانے کی طرح چھوٹا ہو۔" البتہ آپؐ نے ایک کامل مصلح کی حیثیت میں ایک شرط ضرور لگائی ہے اور وہ یہ کہ اگر نعوذ باللہ کوئی امیر اپنے ماتحت لوگوں کو کوئی ایسا حکم دے جو صریح طور پر کسی قطعی اسلامی حکم کے خلاف ہو تو اس صورت میں اس کی اطاعت فرض نہیں رہتی۔ چنانچہ آپؐ فرماتے ہیں:۔

اِلَّا اَنْ تَرَوْا کُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَکُمْ مِنَ اللّٰہِ فِیْہِ بُرْھَانٌ۔

"یعنی تم پر امیر کی اطاعت صرف اس صورت میں غیر واجب ہے کہ تم اس کے حکم میں کوئی کھلا کھلا کفر پاؤ اور اس کے متعلق تمہارے پاس خدا کی طرف سے کوئی قطعی دلیل موجود ہو۔"

بعض لوگ ان احکام کو سخت خیال کر سکتے ہیں۔ لیکن اوّل تو

یہ ارشادات ہمارے اس آقا اور سردار کے ہیں جس کے متعلق قرآن فرماتا ہے کہ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔ "یعنی وہ کوئی بات اپنے پاس سے نہیں کہتا بلکہ خدا کے حکم سے کہتا ہے۔" اس لئے ان احکام کے سخت یا نرم ہونے کا سوال پیدا نہیں ہو سکتا علاوہ ازیں جو لوگ جماعتی تنظیم کے اصولوں کو جانتے ہیں اور اس کی قدر و قیمت کو پہچانتے ہیں وہ آسانی سے سمجھ سکتے ہیں کہ کسی جماعت اور کسی قوم کا ڈسپلن (یعنی نظم و نسق) اس قسم کے احکام کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا۔ اسلام تو وہ مذہب ہے جو اپنے متبعین کو بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ بن کر رہنے کا حکم دیتا ہے۔ یعنی ایک ایسی آہنی دیوار جس کی اینٹیں گویا پگھلے ہوئے سیسے کے ساتھ پیوست کی گئی ہوں۔ اس لئے اس کے نظم و نسق میں کسی رخنہ کی گنجائش نہیں۔ اب ہمارے دوست خود غور کریں کہ کیا اپنے اپنے امیروں کے متعلق ان سب کا رویہ ان ارشادات نبوی کے مطابق ہے؟ وہ سوچیں اور غور کریں اور پھر سوچیں اور غور کریں۔

ایمانی غیرت کا سوال

تنظیم و تربیت کی ذیل میں ایمانی غیرت کا سوال بھی آتا ہے۔ غیرت کا جذبہ انسانی فطرت کا ایک بنیادی حصہ ہے اور جتنی بھی کوئی چیز انسان کو زیادہ محبوب ہوتی ہے اور اس کی نظر میں اس کا درجہ زیادہ بلند ہوتا ہے اتنا ہی طبعاً اس کے متعلق اس کی غیرت بھی زیادہ سخت ہوتی ہے

اسی فطری جذبہ کے ماتحت ایمانی غیرت کو زندہ رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ :-

اِذَا سَمِعْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰہِ یُکْفَرُ بِھَا وَیُسْتَھْزَءُ بِھَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَھُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِہٖ ۔

"یعنی اے مسلمانو! جب تمہیں کسی ایسی مجلس میں جانے کا اتفاق ہو جس میں خدا تعالیٰ کی آیات (یعنی اس کے مقدس احکام اور مقدس اصحاب اور مقدس مقامات وغیرہ) کے متعلق کفر اور تمسخر اور استہزاء کا طریق اختیار کیا جا رہا ہو تو تم ہرگز اس مجلس میں نہ بیٹھو یہاں تک کہ ایسے لوگ اپنی گفتگو بدل کر کسی اور موضوع پر بات کرنے لگ جائیں۔"

اس آیت میں غیرتِ ایمانی کی تلقین کی گئی ہے اور ہماری جماعت کا فرض ہے کہ وہ غیر احمدیوں اور غیر مسلموں کے ساتھ میل ملاقات کے تعلق میں اس ایمانی غیرت کا ثبوت دیں۔ وہ بے شک اُن سے ملیں۔ اُن سے مناسب اور جائز امور میں تعاون کریں۔ اُن کے ساتھ احسان اور مروّت کے رنگ میں پیش آئیں۔ مگر ان کی ایسی مجلسوں میں ہرگز شریک نہ ہوں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا آپؐ کے خلفاء یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام یا آپ کے خلفاء یا اسلام یا احمدیت کے متعلق استہزاء کا طریق اختیار کیا جا رہا ہو۔ ورنہ

ان کی غیرت مر جائے گی اور ان کی بے غیرتی انہیں بالآخر ایمان تک کی نعمت سے محروم کر کے رہے گی۔ پس ایمانی غیرت جماعتی تربیت کا ایک نہایت ضروری حصہ ہے جسے ہر احمدی کو اپنے دل کی گہرائیوں میں جگہ دینی چاہئے۔

میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا ایک واقعہ کبھی نہیں بھولتا اور اس کے ذکر سے گویا وجد کی سی کیفیت پیدا ہونے لگتی ہے۔ غزوہ تبوک سے واپسی کے بعد کا واقعہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تین صحابیوں کے متعلق اُن کی ایک غلطی کی وجہ سے مقاطعہ کا حکم دیا تھا۔ اور ارشاد فرمایا تھا کہ اُن کے بیوی بچے بھی اُن سے جُدا ہو جائیں اور ان کے ساتھ کلام وسلام بالکل ترک کر دیں۔ ان تین صحابیوں میں جن کی بعد میں معافی ہو گئی ایک صحابی کعب بن مالکؓ بھی تھے جب اُن کے مقاطعہ کے متعلق اُن کے ایک مشرک دوست نے جو اپنے علاقہ کا رئیس تھا سُنا تو انہیں بہکانے کی غرض سے اپنے ایک آدمی کے ہاتھ ان کو ایک خط بھیجا جس میں لکھا کہ میں نے سُنا ہے کہ محمد (صلعم) نے تمہاری قدر نہیں کی اور تمہیں ذلیل کیا ہے۔ تم میرے پاس آ جاؤ میں تمہیں اپنے پاس رکھوں گا۔ اور تمہاری قدر کروں گا۔ کعبؓ یہ خط پا کر فوراً اُٹھے اور پیغامبر سے کہنے لگے کہ آؤ میں تمہیں اس خط کا ابھی جواب دیتا ہوں چنانچہ اسے ساتھ لیکر بازار میں گئے اور ایک دہکتے ہوئے تنور پر پہنچ کر یہ خط اس کے اندر پھینک دیا اور کہا جاؤ اور اپنے مالک

سے کہدو کہ اس کے خط کا یہ جواب ہے۔ یہ وہ غیرتِ ایمانی ہے جو اسلام سکھاتا ہے۔ اور جس کا صحابہ کی مقدس جماعت نے انتہائی ابتلاء کے وقت میں بھی اپنے عمل سے ثبوت دیا۔ ہمارے دوستوں کو بھی اگر وہ صحابہ کے نقشِ قدم پر چلنا چاہتے ہیں اسی غیرتِ ایمانی کا ثبوت دینا ہوگا۔ اور خود ہمارے زمانہ میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ نمونہ موجود ہے کہ جب ایک دفعہ پنڈت لیکھرام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گندی گالیاں دیا کرتا تھا ایک سفر کے دوران میں آپ کے سامنے آیا اور ہندوانہ طریق پر آپ کو سلام کیا تو آپ نے اپنا منہ دوسری طرف پھیر لیا اور انتہائی غیرت کے ساتھ فرمایا۔ "**ہمارے آقا کو تو گالیاں دیتا ہے اور ہمیں سلام کرتا ہے**"!!

ایک دوسرے کے دکھ درد میں شرکت

تربیت کا ایک پہلو باہمی اخوت اور ایک دوسرے کے دکھ درد میں شرکت سے بھی تعلق رکھتا ہے۔ اسلام نے نہ صرف مسلمانوں میں ایک وسیع باہمی اخوت کی بنیاد رکھی ہے بلکہ انہیں ایک جسمِ واحد کا رنگ دیدیا ہے۔ قرآن مجید فرماتا ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ۔ "یعنی سب مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں" اور حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:۔

تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ
وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ اِذَا اشْتَكٰى عُضْوًا

تَدَاعٰى لَهٗ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى۔

"یعنی تو سچے مومنوں کو باہم رحم و کرم اور باہم محبت اور باہم شفقت میں ایک جسمِ واحد کی طرح پائے گا۔ جب انسانی جسم کا کوئی عضو بیمار ہوتا ہے تو وہ اکیلا بیمار نہیں ہوتا بلکہ سارا جسم ہی درد اور بے خوابی اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے"

یہ لطیف حدیث اسلامی اخوت کی صحیح آئینہ دار ہے۔ واقعی سچے مومنوں کو ایسا ہی ہونا چاہئے کہ ان میں سے ایک کا دکھ سب کا دکھ بن جائے۔ اگر ایک شخص بیمار ہو تو باقی سب لوگ جن تک اس کی بیماری کا علم پہنچے بے چین ہو کر اس کی امداد میں لگ جائیں۔ دعا سے۔ تیمارداری سے۔ ہمدردی کے اظہار سے۔ اگر کوئی طبیب یا ڈاکٹر ہے تو علاج سے۔ اگر بیمار ہونے والا بھائی غریب ہے تو مالی اعانت سے اس کی امداد کو پہنچیں اگر کوئی مصیبت زدہ ہے تو ہر رنگ میں اس کی ہمدردی اور نصرت کے لئے اٹھ کھڑے ہوں۔ اگر کوئی شخص مشورہ کا طالب ہے تو اسے سچا سچا مشورہ دیں۔ اگر کسی شخص پر کسی دشمن نے حملہ کیا ہے تو فوراً اس کی حفاظت کے لئے پہنچ جائیں۔ اگر کوئی ہونہار بچہ غربت کی وجہ سے تعلیم سے رہ جاتا ہے تو ذی ثروت لوگ باہم مل کر اس کے لئے کتب اور فیس وغیرہ کی سہولت مہیا کر دیں۔ اگر کوئی بچہ یتیم رہ گیا ہے اور اس کا کوئی والی اور نگران نہیں تو اس کی پرورش اور تربیت کا انتظام کریں۔ بیواؤں کی دیکھ بھال رکھیں اور اس اخوت کی ذمہ داری کو اس طرح نبھائیں

کہ ہر دیکھنے والا گواہی دے کہ یہ لوگ واقعی بھائی بھائی ہیں جن میں
سے ایک کا دکھ دوسرے کا دکھ ہے اور ایک کی راحت دوسرے کی
راحت۔ اسی غرض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری حدیث
میں فرمایا ہے کہ اُنْصُرْ اَخَاکَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا۔ یعنی تمہارا فرض
ہے کہ ہر حال اپنے بھائی کی مدد کو پہنچو خواہ وہ ظالم ہے یا کہ مظلوم ہے
اور جب صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مظلوم کی مدد تو ہوئی مگر یہ
ظالم کی مدد سے کیا مراد ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ "ظالم کی مدد
اُسے ظلم سے روکنا ہے۔" گویا ہر حالت میں اخوت کے رشتہ
کو قائم رکھا ہے۔ البتہ ظالم ہونے کی صورت میں مدد کی نوعیت کو بدل
دیا ہے۔

ناپسندیدہ بات دیکھ کر خاموش نہ رہو بلکہ اصلاح کی کوشش کرو

اخوت اور جماعتی تربیت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ جب ہم اپنے کسی بھائی میں کوئی ناپسندیدہ
بات یا خلافِ اخلاق یا خلافِ شریعت بات دیکھیں تو یہ خیال کر کے
کہ ہمیں اس سے کیا غرض ہے' خاموش نہ رہیں بلکہ جس طرح بھی ممکن
ہو اصلاح کی کوشش کریں۔ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ فَاِنْ
لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ
فَبِقَلْبِہٖ۔

"یعنی جو شخص کسی ناپسندیدہ یا خلافِ شریعت بات کو
دیکھے تو اُسے چاہیئے کہ اس بات کو اپنے ہاتھ سے بدل
دے لیکن اگر اُسے ایسا کرنے کی طاقت نہ ہو تو زبان
سے اس کے متعلق اصلاح کی کوشش کرے اور اگر اسے
یہ طاقت بھی حاصل نہ ہو تو کم از کم اسے بُرا سمجھ کر اپنے دل
میں ہی دُعا کے ذریعہ اصلاح کی کوشش کرے۔"

اس ارشاد کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گویا ہر مسلمان
کو ہر دوسرے مسلمان پر ایک قسم کی سنتری کے طور پر کھڑا کر دیا اور ہر
شخص کو ہر دوسرے شخص کا نگران بنا دیا ہے اور اس بات کی اجازت
نہیں دی کہ کسی بدی کو دیکھ کر اپنے آپ کو لاتعلق سمجھتے ہوئے پاس سے
گزر جاؤ۔ مگر افسوس ہے کہ آجکل اکثر لوگ خلافِ شریعت باتوں کو دیکھتے اور
منکرات کو سنتے ہیں اور پھر بھی بے حس و حرکت ہو کر بیٹھے رہتے ہیں۔ اور بدی
ان کی آنکھوں کے سامنے جڑ پکڑتی اور پودے سے پیڑ اور پیڑ سے درخت
بنتی چلی جاتی ہے اور ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ یہ لوگ
اتنا نہیں سوچتے کہ جو آگ آج ان کے دوست یا رشتہ دار یا ہمسایہ
کے گھر میں لگی ہے کل کو وہی آگ وسیع ہو کر ان کے اپنے گھر کو
بھی جلا کر خاک کر سکتی ہے۔ پس ہر احمدی کا فرض ہے کہ جب وہ
اپنے عزیزوں یا دوستوں یا پڑوسیوں یا ملنے والوں یا دوسرے
لوگوں میں کوئی امر خلافِ شریعت یا خلافِ اخلاق دیکھے تو اُسے

اپنے ہاتھ سے یا زبان سے یا دل سے بدلنے کی کوشش کرے۔ لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ ہاتھ سے بدلنے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ لاتعلق لوگوں کے خلاف جبر سے کام لیا جائے کیونکہ اسلام جبر کی اجازت نہیں دیتا۔ بلکہ یہ ہدایت صرف والدین اور بزرگوں کے لئے ہے جو اپنے خوردسال عزیزوں پر ایک قسم کا دباؤ رکھتے ہیں یا ایسے افسروں کے لئے ہے جو اپنے ماتحتوں کو حکم دے سکتے ہیں یا حکومت کے لئے ہے جو اصلاح کی غرض سے مناسب قانون بنانے کا حق رکھتی ہے۔ ورنہ قرآن مجید کا عام حکم یہی ہے کہ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ۔ یعنی لوگوں کو حق کی طرف تو ضرور بلاؤ مگر یہ بلانا جبر واکراہ کا بلانا نہیں ہونا چاہئے۔ بلکہ حکمت اور نصیحت اور وعظ کے رنگ میں مناسب طریق پر بلانا چاہئے۔"

اچھے اخلاق سے زیادہ وزن دار کوئی چیز نہیں

تربیت کا ایک نہایت اہم پہلو اخلاقِ حسنہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اسلام نے اس پر بہت زور دیا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

مَا مِنْ شَیْءٍ فِی الْمِیْزَانِ اَثْقَلُ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ

"یعنی خدا کے تول میں کوئی چیز اچھے اخلاق سے زیادہ

وزن نہیں رکھتی۔"

دراصل اعلیٰ اخلاق دین کا آدھا حصہ ہوتے ہیں۔ بلکہ روحانیت بھی درحقیقت اخلاق ہی کا ایک ترقی یافتہ مقام ہے۔ پس ہمارے دوستوں کو اعلیٰ اخلاق پیدا کرنے کی طرف خاص توجہ دینی چاہئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک فرمایا ہے کہ جس شخص کی بداخلاقی کی وجہ سے لوگ اس سے دور بھاگیں وہ خدا کی نظر میں ایک ناپسندیدہ شخص ہوتا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ اپنے ملنے والوں کو مسکراتے ہوئے چہرہ سے ملنا بھی خدا کے نزدیک ثواب کا موجب ہے۔ بلکہ اسلام نے تو غائبانہ اخلاق کو بھی بڑے ثواب کا باعث شمار کیا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص رستہ چلتے ہوئے کسی کانٹے دار چیز یا پاؤں کو پھسلانے والے چھلکے یا ٹھوکر لگانے والے پتھر یا بدبو پیدا کرنے والی گندگی کو اس خیال سے دور کردے کہ میرے پیچھے آنے والے شخص کو تکلیف نہ پہنچے تو وہ ایسی نیکی کا کام کرنے والا ہوگا جو ایمان کا حصہ ہے۔ اور آپؐ کے اپنے اخلاقِ فاضلہ کا یہ حال تھا کہ کبھی کسی شخص سے درشت کلامی نہیں کی۔ کسی سوالی کو رد نہیں کیا۔ بیواؤں کی دستگیری کی۔ یتیموں کے سر پر شفقت ہاتھ رکھا۔ ہمسایوں کو اپنے حسنِ سلوک سے گرویدہ کیا۔ کسی صحابی بلکہ تعلق رکھنے والے کافر تک کی بیماری کا سنا تو اس کی عیادت کو بھی تشریف لے گئے۔ بلکہ آپؐ نے جانوروں تک

کو بھی اپنی شفقت اور رحمت میں شامل کر لیا۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک اونٹ جس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ لادا گیا تھا تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ آپؐ اسے دیکھ کر بے قرار ہو گئے اور اس کے قریب جا کر اس کے سر پر محبت کے ساتھ ہاتھ پھیرا اور فرمایا "یہ جانور بے زبان ہیں ان پر رحم کرو تا آسمان پر تم پر بھی رحم کیا جائے۔" اور ہمارے زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اخلاق کا یہ عالم تھا کہ جب آپ کی پیشگوئی کے مطابق پنڈت لیکھرام جیسا عنید اور بدزبان انسان ہلاک ہوا تو آپ نے دلی رنج کے ساتھ فرمایا کہ ہمیں خدا کی پیشگوئی پوری ہونے کی تو خوشی ہے۔ مگر انسانی ہمدردی کے لحاظ سے لیکھرام کی جواناں مرگ موت کا افسوس بھی ہے۔ اور جب ایک دفعہ مولوی محمد حسین جیسے مکفّر کے خلاف آپ کے ایک وکیل نے ایک مقدمہ کے دوران میں مولوی محمد حسین کی شہادت کو کمزور کرنے کے لئے ان سے ان کے بعض خاندانی امور کے متعلق سوال کرنا چاہا تو آپ نے سختی سے روک دیا اور اس سوال کی اجازت نہیں دی اور فرمایا ایسا سوال پوچھنا اخلاق کے خلاف ہے۔ یہ وہ اخلاق فاضلہ ہیں جو اچھی تربیت کا نمونہ پیش کرنے کے لئے ہمارے دوستوں کو اپنے اندر پیدا کرنے چاہئیں۔

ایفاءِ عہد اور لین دین کی صفائی

بالآخر میں ایک ایسی بات بیان کر کے جماعتی تربیت کے پہلوؤں کی بحث کو ختم کرتا ہوں جو کسی جماعت کی نیک نامی اور بدنامی میں غیر معمولی اثر رکھتی ہے۔ اور غیر از جماعت لوگ عموماً اسی ترازو کے ساتھ کسی دینی جماعت کے اخلاق کو تولا کرتے ہیں۔ میری مراد ایفاءِ عہد اور لین دین کی صفائی کے خُلق سے ہے۔ اسلام نے ایک طرف اس خلق کے خارجی اثرات کی وجہ سے اور دوسری طرف اس کے اندرونی نتائج کو دیکھتے ہوئے اس ہدایت پر بہت زور دیا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے:-

اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا۔

"یعنی اے مسلمانو اپنے وعدوں کو پورا کیا کرو۔ کیونکہ عہد ایک مقدس ذمہ داری ہے جس کے متعلق تم سے پوچھا جائے گا۔"

اور دوسری جگہ فرماتا ہے:-

اَلَّذِيْنَ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ .... اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ۔

"یعنی سچے مومن وہ ہیں جو اپنی امانتوں اور اپنے عہدوں کی حفاظت کرتے اور ان سے عہدہ برآ ہوتے ہیں۔

ہی وہ لوگ ہیں جو قیامت کے دن جنّت الفردوس کے وارث ہوں گے۔"

اور تاجروں اور دوکانداروں کے متعلق فرماتا ہے اَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۔ "یعنی اے لوگو جب تم کسی خریدار کے پاس کوئی چیز فروخت کرنے لگو تو انصاف کے ترازو سے تولو اور اپنے ترازو کو سیدھا اور ٹھیک رکھو ۔ یہ تمہارے لئے خیر و برکت کا موجب ہے اور انجام کے لحاظ سے بھی بہتر"

اسی طرح حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنِّیْ ۔ "یعنی جو مسلمان تجارت اور لین دین کے معاملات میں دوسروں کے ساتھ دھوکہ بازی سے کام لیتا ہے اور اپنا ظاہر و باطن ایک جیسا نہیں رکھتا اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔"

اسلام کے یہ واضح ارشادات مسلمانوں کے لئے ایک روشن مشعلِ ہدایت ہیں اور کوئی احمدی ان کی طرف سے غافل نہیں ہونا چاہیئے ۔ تمہارے نماز روزے اور تمہارے چندے اور تمہاری خدمتِ والدین اور تمہارا قلبی اخلاص اور تمہاری باہمی اخوت صرف اپنے عزیزوں یا اپنی جماعت کے نوٹس میں آنے والی چیزیں ہیں مگر امانت

و دیانت اور لین دین کی صفائی اور وعدوں کی ایفاء ایسی چیزیں ہیں جن کا اثر براہِ راست عام سوسائٹی پر اور غیر از جماعت لوگوں پر پڑتا ہے ۔ اگر ہمارے دوست ان نیکیوں کو اختیار کریں تو یقیناً وہ دوسرے لوگوں کی نظر میں جماعت کا مقام اتنا بلند کر سکتے ہیں کہ جس کا کوئی حد و حساب نہیں ۔ اور اسی نسبت سے ان کا بُرا نمونہ جماعت کی بدنامی کا رستہ بھی کھولتا ہے ۔ پس میں ہر احمدی دوست سے خدا کے نام پر اور اسلام کے نام پر اور احمدیت کے نام پر اور جماعت کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ وہ اِن معاملات میں اچھے سے اچھا نمونہ قائم کریں ۔ اس سے نہ صرف جماعت کی نیک نامی ہوگی بلکہ وہ رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم کے اس خطرناک وعید سے بھی بچ جائیں گے جو فَلَيْسَ مِنِّیْ کے ڈرا دینے والے الفاظ میں بیان ہوا ہے ۔

اب میں خدا کے فضل سے جماعتی تربیت کے پہلوؤں کی بحث کو ختم کر چکا ہوں اور یہ صرف بطور نمونہ ہے ورنہ اسلامی اخلاق تو ایک ایسا سمندر ہے جس کا کوئی کنارا نہیں کیونکہ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ کی تعلیم کے مطابق اسلامی اخلاق خدا کے اخلاق کا ظل ہیں اور خدا ایک غیر محدود ہستی ہے جس کے اخلاق و صفات بھی اس کی ذات کی طرح غیر محدود ہیں ۔ اس کے بعد میں چند فقرات میں ان ذرائع کا ذکر

کرتا ہوں جو جماعتی تربیت کے حصوں اور اس کے قیام اور ترقی کے لئے ہمارے خدا نے مقرر فرمائے ہیں اور جن کے بغیر اچھی سے اچھی تربیت بھی بوسیدہ ہو کر هَبَاءً مَّنثُورًا بن جایا کرتی ہے۔
وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَظِيمِ ۔

جماعتی تربیت کے ذرائع

جیسا کہ میں نے اوپر اشارہ کیا ہے جماعتی تربیت ایک **چار دیواری** کی متقاضی ہے جس کے اندر رہ کر اور اس کے اندرونی ماحول اور اندرونی چشموں سے فیض پاکر وہ پروان چڑھ سکے۔ اور اسلام نے کمال حکمت سے یہ چار دیواری بھی خود ہی مہیا فرما دی ہے۔ گویا **تربیت کے مختلف پہلو** تو ایک باغ کا حکم رکھتے ہیں جس میں طرح طرح کے درخت شیریں پھلوں سے لدے ہوئے نصب شدہ ہیں۔ اور **تربیت کے ذرائع** اس کے لئے ایک محفوظ قلعہ ہیں جس میں ان درختوں کی آب پاشی کا سامان مہیا کیا گیا ہے۔ جس کے بغیر ایک اچھے سے اچھا باغ بھی بالآخر خشک ہو کر رہ جاتا ہے۔

ایک واجب الاطاعت امام کا وجود

ان ذرائع میں سب سے بڑا ذریعہ **ایک واجب الاطاعت امام کا** وجود ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امارت کے نظام کو اتنی اہمیت دی ہے کہ جماعت کا امام تو الگ رہا آپؐ نے یہاں تک حکم دیا ہے کہ اگر دو تین آدمی بھی اکٹھے سفر کرنے لگیں تو اپنے میں سے کسی کو امیر مقرر کر لیا کریں اور جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے آپؐ نے اپنے مقرر کردہ امیروں کے متعلق فرمایا ہے کہ مَنْ اَطَاعَ اَمِيْرِيْ فَقَدْ اَطَاعَنِيْ وَمَنْ عَصٰى اَمِيْرِيْ فَقَدْ عَصَانِيْ ۔ ”یعنی جس نے میرے مقرر کئے ہوئے امیر کی اطاعت کی اُس نے دراصل خود میری اطاعت کی۔ اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اُس نے میری نافرمانی کی۔“ اس حکیمانہ ارشاد کی یہی غرض و غایت تھی کہ اس ذریعہ سے مسلمانوں کی جماعت کو ایک مضبوط شیرازے میں باندھ کر رکھا جائے تاکہ ان کی تربیت میں کوئی رخنہ نہ پیدا ہو سکے۔ اور سفر و حضر ہر دو کی صورت میں ان کی تربیت کا سلسلہ جاری رہے۔ تو جب عام امیروں کے متعلق یہ حکم ہے تو **خلافت** کی شان کا خود اندازہ کیا جا سکتا ہے جو **نبوت** کا تتمہ ہے اور باوجود ظاہری انتخاب کے خدا کی خاص تقدیر کے ماتحت قائم ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ بشر ہونے کی وجہ سے ایک نبی کی عمر بہرحال محدود ہوتی ہے لیکن جو کام اس کے سپرد کیا جاتا ہے وہ بہت وسیع ہوتا ہے۔ اور نبی نگرانی

جاتا ہے۔ پس خدائے حکیم نے ازل سے یہ قانون مقرر کر رکھا ہے کہ ہر نبوت کے بعد اس کے کام کی تکمیل کے لئے خلافت قائم کی جاتی ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:-

مَا كَانَتْ نُبُوَّةٌ قَطُّ اِلَّا تَبِعَتْهَا خِلَافَةٌ -

"یعنی کوئی نبوت ایسی نہیں ہوئی جس کے بعد خلافت نہ آئی ہو"

پس خلافت ایک نہایت ہی مبارک اور مقدس نظام ہے جو الٰہی جماعتوں کی تنظیم اور تربیت کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لَيْسَ اَحَدٌ يُفَارِقُ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَيَمُوْتُ اِلَّا مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً "یعنی جو شخص امام سے اپنا تعلق کاٹ کر جماعت سے الگ ہوتا ہے۔ اگر وہ اسی حالت میں مر جائے تو جاہلیت کی موت مرنے والا ہوگا۔" پس جماعتی تربیت کا پہلا اور سب سے بڑا ذریعہ امام کا وجود ہے جس کے بغیر کوئی الٰہی جماعت، جماعت کہلانے کی حقدار نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی اس کے بغیر کسی جماعت کی تنظیم و تربیت کا انتظام ممکن ہو سکتا ہے۔ یہی وہ چیز ہے جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رسالہ الوصیت میں قدرتِ ثانیہ کے نام سے یاد کیا ہے اور جماعت کو نصیحت کی ہے کہ اس کے لئے ہمیشہ خاص دعائیں کرتے رہیں۔ دراصل امام اور خلیفہ کی مثال ایک مرغی کی طرح ہے جس کے پروں کے نیچے ہزاروں لاکھوں انسان تربیت اور حفاظت کی

زندگی گذارتے ہیں۔ چنانچہ اس کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک لطیف الہام بھی ہے کہ "ہزاروں آدمی تیرے پروں کے نیچے ہیں۔" اور حق یہ ہے کہ جب چیلیں چاروں طرف منڈلا رہی ہوں تو اس وقت وہی چوزے محفوظ رہتے ہیں جو مرغی کے پروں کے نیچے ہوں۔ پس اے میرے عزیزو اور دوستو اور بزرگو خلافت کے ساتھ اپنا تعلق مضبوط کرو۔ اور اس کے دامن کو کبھی نہ چھوڑو کیونکہ اس کے بغیر تمہارے لئے کوئی جائے پناہ نہیں۔ اور وہ اپنے تسلسل کے لحاظ سے تمہارے لئے ایک دائمی رحمت ہے۔ کاش تم اس کی قدر کو پہچانو!

تربیت کا دوسرا ذریعہ مرکز کا وجود ہے۔

امام سے اُتر کر جماعتی تربیت کا دوسرا بڑا ذریعہ مرکز کا وجود ہے جس کی وجہ سے جماعت گویا ایک کھونٹے سے بندھی رہتی ہے اور انتشار کے خطرات سے محفوظ ہو جاتی ہے۔ اسی اصل کے ماتحت مکہ مکرمہ کا نام اُمّ القریٰ رکھا گیا ہے۔ یعنی وہ ایک ایسی بستی ہے جو دوسری بستیوں کے لئے بطور ماں کے ہے۔ اس نام میں یہ اصولی اشارہ کیا گیا ہے کہ مرکز کا وجود گویا ماں کی طرح ہوتا ہے جو بچوں کی خوراک اور اجتماع اور حفاظت کا ذریعہ ہے۔ اگر کسی جماعت کا کوئی مرکز نہ ہو تو وہ بھیڑ بکریوں کی طرح صرف ایک منتشر گلہ ہوتی

ہے جیسے جنگل کا کوئی درندہ ایک ہی حملہ میں بکھیر کر رکھ سکتا ہے۔ اور مرکز کے بغیر کسی جماعت کی تنظیم اور تربیت بھی ممکن نہیں ہوتی کیونکہ تنظیم اور تربیت کے لئے ایک ایسے مقام کا وجود ضروری ہوتا ہے جس کی طرف جماعت کے افراد بار بار لوٹ کر آئیں اور اس کی برکات اور ہدایات سے فائدہ اٹھائیں۔ اسی لئے قرآن مجید نے مکہ مکرمہ کے ازلی ابدی مرکز کا دوسرا نام معاد رکھا ہے۔ یعنی وہ بستی جس کی طرف مسلمان بار بار آتے اور اس سے روحانی فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام میں **قادیان** کا نام بھی **معاد** رکھا گیا ہے۔ کیونکہ جماعت کے لوگ اس کی طرف بار بار رجوع کر کے تربیت حاصل کرتے تھے اور انشاء اللہ آئندہ بھی کریں گے۔ اور جب تک قادیان کی واپسی نہیں ہوتی **ربوہ** قادیان کا قائمقام ہے کیونکہ وہ اس وقت خلافت احمدیہ کا جائے قیام ہے۔ پس جماعت کا فرض ہے کہ وہ ربوہ میں بار بار آ کر مرکزی برکات سے فائدہ اٹھائیں اور خلافت کے فیوض سے متمتع ہوں۔ اور پھر مرکز کا وجود جماعتی اجتماعوں اور قومی مشوروں اور باہمی تعارف پیدا کرنے کا بھی ایک بھاری ذریعہ ہے جس کے بغیر جماعت کی تربیت ممکن نہیں اور آجکل تو ہمارا مرکز، مرکزی دفاتر کا بھی صدر مقام ہے جس کی شاخیں ساری دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں اور کوئی فرد جماعت مرکزی دفاتر سے کٹا ہوا نہیں رہ سکتا۔

کیونکہ تمام روحانی اور تنظیمی اور دفتری امور میں اسے لازماً مرکز کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔

سلسلہ کے لٹریچر اور مرکزی اخبارات کا مطالعہ

تربیت کا تیسرا ذریعہ **سلسلہ کے لٹریچر اور مرکزی اخبارات کا مطالعہ** ہے۔ یہ ذریعہ بھی اپنی جگہ نہایت اہم اور ضروری ہے۔ جہاں تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی **کتب** اور **اشتہارات** اور **مکتوبات** کا سوال ہے یہ ذخیرہ سلسلہ کی ہدایات کا ذخیرہ منبع کہلانے کا حق رکھتا ہے۔ کیونکہ ہماری تمام اصولی تشریحات اور ہمارے مخصوص نظریات کا وہی ماخذ ہے۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جو احمدی ہماری کتابوں کو کم از کم تین دفعہ نہیں پڑھتا اس میں تم ایک گونہ تکبر پاؤ گے کیونکہ وہ میری طرف منسوب ہونے کے باوجود اپنے آپ کو میرے کلام سے جو خدا سے روشنی یافتہ ہے مستغنی سمجھتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب میں خصوصیت سے حضورؑ کی کتاب **کشتی نوح** اور **درّ ثمین اردو** اور **درّ ثمین فارسی** اور حضورؑ کے وہ **ملفوظات** جو سلسلہ کے اخباروں یعنی **الحکم** اور **بدر** میں چھپتے رہے ہیں اور حضورؑ کی وہ **تقریریں** جو جماعت کو مخاطب کر کے سالانہ جلسوں وغیرہ کے موقع پر کی گئیں اعلیٰ ترین تربیتی مواد سے معمور ہیں۔ مگر یہ مواد حضورؑ کی دوسری

کتابوں میں بھی کچھ کم نہیں اور مخالفوں کے ساتھ مناظرانہ مباحث کے درمیان بھی حضورؓ کے تربیتی نصائح اس طرح ملے جُلے ہیں کہ ان کتب کا مطالعہ کرنے والا انسان قدم قدم پر **رُوحانی کلمات کے شیریں گھونٹ** پیتا چلا جاتا ہے۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی **تصنیفات** اور حضورؓ کی سالانہ جلسوں کی **تقریریں** اور مجلسِ عرفان کی **ڈائریاں** اور **تفسیرِ کبیر** کے ابواب بھی بہت ہی لطیف تربیتی مواد سے بھرے پڑے ہیں اور حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کی کتاب **مرقاۃ الیقین** جس میں حضورؓ نے اپنی زندگی کے ایمان افروز واقعات املا فرمائے ہیں اور حضورؓ کی وہ زوردار تقریریں جو **خلافت کے باغیوں** کو مخاطب کر کے کی گئی تھیں بہت مفید نصائح پر مشتمل ہیں۔ اسی طرح بعض اور احمدی مصنفین کی کتب بھی ہیں جو سلسلہ کی طرف سے شائع ہو چکی ہیں اور وہ تربیت کے نقطۂ نگاہ سے کافی مفید ہیں۔ اور پھر سلسلہ کا مرکزی اخبار **الفضل** جس میں حضرت خلیفۃ المسیح کے خطبات اور سلسلہ کی خبریں چھپتی رہتی ہیں ایک ایسا لٹریچر ہے جو ہر احمدی کی تربیت کی تکمیل اور روزمرہ کی تاریخ کی واقفیت کے لئے نہایت ضروری ہے۔ یہ سارا لٹریچر جماعتی تربیت کی ایک بہت عمدہ درس گاہ ہے جس سے کسی مخلص احمدی کو غافل نہیں رہنا چاہئے۔

صحبتِ صالحین کا ذریعہ

جماعتی تربیت کا آخری ذریعہ جو میں اس جگہ بیان کرنا چاہتا ہوں صحبتِ صالحین سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ ایک مسلّم اور تجربہ شدہ حقیقت ہے جس سے کوئی دانا شخص انکار نہیں کر سکتا کہ خدا کا قانون اس دُنیا میں کچھ اس طرح پر رائج ہے کہ انسان تو انسان ہر چیز کسی نہ کسی رنگ میں اپنے ماحول کے اثر کو قبول کر رہی اور اس پر اپنا اثر ڈال رہی ہے۔ اسی لئے قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَىٰ مَا خَلَقَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ يَتَفَيَّؤُا ظِلَالُهُ عَنِ الْيَمِينِ وَالشَّمَائِلِ ۔ "یعنی کیا لوگ اس حقیقت پر غور نہیں کرتے کہ دُنیا کی ہر چیز جو خدا نے پیدا کی ہے وہ اپنے دائیں اور بائیں اثر ڈال رہی ہے۔"

ایک بچہ کو چار دن کے لئے گندے بچوں کے ساتھ کھیلنے کی اجازت دے دو تو وہ گندی عادتیں سیکھنی شروع کر دے گا اور اگر کسی بچے کو نیک صحبت میں بیٹھنے کا موقعہ ملے گا تو اس میں اچھی عادتیں پیدا ہونی شروع ہو جائیں گی والشاذ کالمعدوم۔ اسی لئے ہر زمانہ میں پاک لوگ اپنی اولاد کو اور اپنے ملنے والوں کو پاک صحبت اختیار کرنے اور بد صحبت سے بچنے کی تلقین کرتے آئے ہیں۔ پس اچھی تربیت حاصل کرنے کا ایک نہایت مؤثر ذریعہ نیک لوگوں کی صحبت بھی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے:۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ۔

"یعنی اے مومنو خدا سے ڈرتے رہو اور ان لوگوں کی صحبت اختیار کرو جو قول اور عمل کے صادق ہیں۔"

دراصل نیک لوگ جو صادق القول اور صادق العمل ہوتے ہیں اور ان کی زندگیاں خدا کی رضا کے مطابق ہوتی ہیں وہ ایک مقناطیس کا رنگ رکھتے ہیں اور کوئی پاک فطرت انسان جو اُن کی صحبت اختیار کرے اُن کی رُوحانی کشش سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا میں تشریف لائے اور آپؐ نے اپنی زبردست رُوحانی کشش اور اپنے طاقتور مقناطیسی وجود سے عربوں کی کایا پلٹ کر رکھ دی اور آپؐ کی پاک صحبت سے ہزاروں رُوحانی مقناطیس پیدا ہو گئے جنہوں نے آپؐ کے بعد اصلاح و ارشاد کا سلسلہ جاری رکھا اور ایک شمع سے دوسری شمع روشن ہوتی چلی گئی۔ اسی طرح اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ بھی ایک بھاری رُوحانی انقلاب پیدا ہوا ہے اور آپؑ نے اپنے پیچھے کثیر التعداد نیک لوگوں کی جماعت چھوڑی ہے۔ اور خدا کے فضل سے اب تک آپؑ کے کئی صحابی زندہ ہیں اور بعض غیر صحابی بھی نیکی کے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔ پس جماعت کو چاہیئے کہ ان لوگوں کی صحبت سے فائدہ اُٹھائے اور اپنے آپ

کو ان کے رنگ میں ڈھال کر اپنے اندر ایک نیک تغیر پیدا کرے اور صحابہ کا بھی فرض ہے کہ وہ نو احمدیوں اور احمدی نوجوانوں کو اپنی مجلسوں میں زیادہ سے زیادہ بیٹھنے کا موقعہ دیں۔ جماعتی تربیت کا یہ ایک نہایت عمدہ ذریعہ ہے جس سے كُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ کے ارشاد کے مطابق بہت سے مردہ دلوں میں زندگی کی رُوح پھونکی جا سکتی ہے۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ ہمارے دوست اس ضروری معاملہ میں غفلت سے کام نہیں لیں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے بعض زرّین نصائح

اس مضمون کو ختم کرنے سے پہلے میں اس جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف "کشتی نوح" سے ایک ایسا اقتباس درج کرنا چاہتا ہوں جس میں حضورؑ نے اپنی جماعت کی تربیت کے خیال سے بعض نصائح فرمائے ہیں اور یہ زرّین نصائح خدا کے فضل سے

ان تمام برکات اور تاثیرات سے معمور ہیں جو ایک مامور من اللہ کے کلام میں خدا کی طرف سے ودیعت کی جاتی ہیں اور ان نصائح کا ہر لفظ ایک زبردست رُوحانی مقناطیس ہے جو صالح روحوں کو اس طرح اپنی طرف کھینچتا ہے جس طرح ایک مادّی مقناطیس لوہے کے ٹکڑوں کو کھینچتا ہے۔ حضورؑ فرماتے ہیں:۔

"یہ مت خیال کرو کہ ہم نے ظاہری طور پر بیعت کر لی ہے۔ ظاہر کچھ چیز نہیں۔ خدا تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے اور اسی کے موافق تم سے معاملہ کرے گا۔ دیکھو میں یہ کہہ کر فرضِ تبلیغ سے سبکدوش ہوتا ہوں کہ گناہ ایک زہر ہے اس کو مت کھاؤ۔ خدا کی نافرمانی ایک گندی موت ہے اس سے بچو۔ دُعا کرو تا تمہیں طاقت ملے۔ جو شخص دُعا کے وقت خدا کو ہر بات پر قادر نہیں سمجھتا بجز وعدہ کی مستثنیات کے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص جھوٹ اور فریب کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص دُنیا کے لالچ میں پھنسا ہوا ہے اور آخرت کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص درحقیقت دین کو دُنیا پر مقدم نہیں رکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص پورے طور پر ہر

بدی سے اور ہر ایک بدعملی سے یعنی شراب سے قمار بازی سے بدنظری سے خیانت سے رشوت سے اور ہر ایک ناجائز تصرف سے توبہ نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص پنجگانہ نماز کا التزام نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص دُعا میں لگا نہیں رہتا اور انکسار سے خدا کو یاد نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص بد رفیق کو نہیں چھوڑتا جو اس پر بد اثر ڈالتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اپنے ماں باپ کی عزت نہیں کرتا اور امورِ معروفہ میں جو خلافِ قرآن نہیں ہیں ان کی بات کو نہیں مانتا اور ان کے تعہّدِ خدمت سے لاپرواہ ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اپنی اہلیہ اور اس کے اقارب سے نرمی اور احسان کے ساتھ معاشرت نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اپنے ہمسایہ کو ادنیٰ ادنیٰ خیر سے بھی محروم رکھتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص نہیں چاہتا کہ اپنے قصور وار کا گناہ بخشے اور کینہ پرور آدمی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ ہر ایک مرد جو بیوی سے یا بیوی خاوند سے خیانت سے پیش آتی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے

جو شخص اس عہد کو جو اس نے بیعت کے وقت کیا تھا کسی پہلو سے توڑتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص مجھے فی الواقع مسیح موعود و مہدی معہود نہیں سمجھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص امورِ معروفہ میں میری اطاعت کرنے کے لئے تیار نہیں ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ اور جو شخص مخالفوں کی جماعت میں بیٹھتا ہے اور ان کی ہاں میں ہاں ملاتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ ہر ایک زانی۔ فاسق۔ شرابی۔ خونی۔ چور۔ قمار باز۔ خائن مرتشی۔ غاصب۔ ظالم۔ دروغگو۔ جعلساز اور ان کا ہم نشین اور اپنے بھائیوں اور بہنوں پر تہمتیں لگانے والا جو اپنے افعالِ شنیعہ سے توبہ نہیں کرتا اور خراب مجلسوں کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔

یہ سب زہریں ہیں تم ان زہروں کو کھا کر کسی طرح نہیں بچ سکتے اور تاریکی اور روشنی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتی۔ ہر ایک جو پیچ در پیچ طبیعت رکھتا ہے اور خدا کے ساتھ صاف نہیں ہے وہ اس برکت کو ہرگز نہیں پا سکتا۔ جو صاف دلوں کو ملتی ہے۔ کیا خوش قسمت

وہ لوگ ہیں جو اپنے دلوں کو صاف کرتے ہیں اور اپنے دلوں کو ہر ایک آلودگی سے پاک کر لیتے ہیں اور اپنے خدا سے وفاداری کا عہد باندھتے ہیں کیونکہ وہ ہرگز ضائع نہیں کئے جائیں گے۔ ممکن نہیں کہ خدا ان کو رسوا کرے کیونکہ وہ خدا کے ہیں اور خدا ان کا..... کیا بدبخت وہ انسان ہے جس کو اب تک یہ پتہ نہیں کہ اس کا ایک خدا ہے جو ہر چیز پر قادر ہے۔ ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔ میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھا دوں۔ اور کس دَف سے میں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سن لیں۔ اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سننے کیلئے لوگوں کے کان کھلیں"!!

خاتمہ

اب خدا کے فضل سے میں اپنے اس مضمون کو جس میں صرف چند باتیں بطور نمونہ بیان کی گئی ہیں۔

اور جس کے آخر میں مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک رُوح پرور بیان بھی شامل کر دیا ہے ختم کرتا ہوں اور خدا سے دُعا کرتا ہوں کہ وہ ہم سب کو سچا مسلمان اور سچا احمدی بننے کی توفیق دے۔ ہمارا ہر قول اور ہر فعل خدا کی رضا کے مطابق ہو اور ہمارا ایمان خشک فلسفیوں کی طرح صرف منطقی دلائل پر مبنی نہ ہو بلکہ محبّت اور اخلاص اور دِل کی بصیرت پر مبنی ہو۔ تا آسمان پر ہمارے آقا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمارے سردار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی رُوحیں ہمیں دیکھ کر خوش ہوں۔ اور جب ہمارے لئے خدا کے حضور حاضر ہونے کا وقت آئے تو وہ ہمیں رحمت اور مغفرت کے ہاتھوں سے قبول کرے۔ آمین یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْن۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن۔

خاکسار راقم آثم

مرزا بشیر احمد

ربوہ - ۲۷ اکتوبر ۱۹۵۶ء